عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۶ تا ۱۱ رجمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳ تا ۲۸ فروری ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۸

بغیر محرم خواتین کا سفرِ حج

آزاد کشمیر میں ختمِ نبوّت کا تحفظ

ایک اور سنگِ میل عبور ہوگیا

خوش اخلاقی کا بُنیادی عنصر

رضاعی بہن بھائی کا آپس میں نکاح نہیں ہوتا

س:...... کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ابرار بن محمد بشیر نے اپنے ماموں کی بیٹی ناظمہ بنت محمد زمان کے ساتھ اس کی ماں زوجہ محمد زمان کا دودھ پیا ہے جبکہ ناظمہ اور اس کے کسی اور بہن بھائی نے ابرار کی ماں کا دودھ نہیں پیا ہے۔ ابرار سے بڑے دو بھائی گلستان اور رضوان ہیں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ناظمہ بنت محمد زمان کا نکاح ابرار کے بڑے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج:...... صورت مسؤلہ میں ابرار بن محمد بشیر، ناظمہ بنت محمد زمان کی والدہ کا دودھ پینے سے ان کا رضاعی بیٹا بن گیا۔ اس لئے اس کا نکاح ناظمہ بنت محمد زمان کے ساتھ نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، لیکن ابرار کے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ناظمہ کا نکاح ہوسکتا ہے۔

باپ یا شوہر کا نام شناخت کے لئے ہے

س:...... شادی سے پہلے لڑکیوں کا نام باپ کے نام کے ساتھ بولا جاتا ہے اور شادی کے بعد شوہر کے نام کے ساتھ، کیا یہ درست ہے؟ کیونکہ حدیث شریف میں اپنے نام کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کے ساتھ منسوب کرنے کی ممانعت ہے؟

ج:...... باپ کا نام یا شوہر کا نام محض شناخت کے لئے ہوتا ہے، لڑکی کی جب تک شادی نہیں ہوتی، اس وقت تک اس کی شناخت بنت فلاں کے ساتھ ہوتی ہے اور شادی کے بعد زوجہ فلاں کے ساتھ۔ شرعاً بنت فلاں یا زوجہ فلاں کہنا اور لکھنا صحیح ہے اور حدیث مبارکہ میں جو ممانعت آئی ہے وہ اپنے نسب کو تبدیل کرنے کے بارے میں ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اور اس صورت میں نسب کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ باپ کا یا شوہر کا نام محض شناخت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دونوں باتوں میں فرق واضح ہے۔

بچوں کے اسلامی نام رکھے جائیں

س:...... آج کل لوگ اپنے بچوں کے نام اسلامی ناموں کے بجائے انگریزی یا فلمی ایکٹروں کے نام سے ملتے جلتے رکھتے ہیں، کیا یہ طرز عمل صحیح ہے؟

ج:...... اولاد کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے اچھے اور بہترین نام رکھے جائیں، اس لئے مسلمانوں کو اپنی اولاد کا نام غیر اسلامی رکھنا بُرا ہے۔ نام رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی طرف نسبت کرکے نام رکھے جائیں اسی طرح صحابہ، صحابیات رضی اللہ عنہم اور بزرگوں کے ناموں پر رکھے جائیں۔

سجدہ سہو واجب ہونے کا اصول

س:...... نماز کے اندر بلاوجہ تین تسبیح کے مقدار تاخیر ہونے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ تسبیح سے کون سی تسبیح مراد ہے؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

ج:...... سجدہ سہو واجب ہونے کا اصول یہ ہے کہ فرض کی تاخیر سے یا واجب چھوٹ جانے سے یا واجب کی تاخیر سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ تاخیر کی مقدار تین تسبیحات ہیں، اس سے مراد رکوع یا سجدہ کی تسبیحات ہیں یعنی تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" یا "سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۷ ۶ تا ۱۱ر جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۳ تا ۲۸ر فروری ۲۰۱۸ء شمارہ:۸

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں

آزاد کشمیر میں ختم نبوت کا تحفظ.....	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
’’پیغام پاکستان‘‘ کے حوالہ سے ایک سوال	۸	حضرت مولانا زاہد الراشدی
بغیر محرم کے خواتین کا سفر حج	۹	مولانا ندیم احمد انصاری
خوش اخلاقی کا بنیادی عنصر	۱۱	مولانا محمد اسامہ
قبر میں اللہ کے نیک بندوں کے حالات	۱۳	علامہ جلال الدین سیوطیؒ
’’نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن‘‘	۱۵	مولانا سیّد محمود میاں
پیغمبر اسلام ﷺ دوستوں اور ہم عصروں کے ساتھ (۲)	۱۷	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
تبلیغی و دعوتی اسفار	۱۹	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۳)	۲۲	حافظ عبیداللہ
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۲۷)	۲۵	مولانا افضل محمد یوسف زئی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019**
AALMIMAJLISTAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقامِ اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

زکوۃ، خیرات وصدقات کے فضائل

حدیث قدسی ۷: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! ضرورت سے زیادہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر دینا تیرے لئے بہتر ہے اور اس کا روک لینا تیرے لئے بُرا ہے اور بقدر حاجت رکھنے پر کوئی ملامت نہیں ہے اور خرچ کرنے کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کیا کر اور یہ یاد رکھ کہ نیچے والے ہاتھ سے اوپر والا ہاتھ بہتر ہے۔ (بیہقی)

حدیث قدسی ۸: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سخی مجھ سے اور میں سخی سے ہوں۔ (دیلمی)

حدیث قدسی ۹: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مجھ سے زیادہ کون سخی ہو سکتا ہے۔ (دیلمی)

حدیث قدسی ۱۰: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری راہ میں خرچ کرنے والا مجھے قرض دیتا ہے اور نماز پڑھنے والا مجھ سے سرگوشی کرتا ہے۔ (دیلمی) یعنی نماز مناجات ہے۔

حدیث قدسی ۱۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندو! میں نے تم کو مال دیا اور تم کو مال عطا کرنے کے بعد تم سے قرض مانگا ہے، پس جو شخص میرے دیئے ہوئے میں سے مجھے کچھ خوشی سے دیتا ہے تو میں بہت جلد اس کی جگہ اور دیتا ہوں اور آئندہ کے لئے اس کے واسطے ذخیرہ بناتا ہوں اور جس شخص سے میں اس کی مرضی کے خلاف لے لیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے تو میری رحمت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور اس کو ہدایت یافتہ لوگوں میں لکھ دیتا ہوں اور اس کے لئے اپنا دیدار مباح کر دیتا ہوں۔ (رافعی)

مطلب یہ ہے کہ جو اپنی خوشی سے صدقہ خیرات کرتا ہے تو اس کو قائم مقام دیا جاتا ہے اور آخرت کے لئے ثواب کو ذخیرہ بنایا جاتا ہے اور جس کو میرے حکم سے مالی نقصان پہنچ جاتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو اس کو بھی اجر دیا جاتا ہے۔

نمازِ عید

س:...... اگر امام صاحب چھ زائد تکبیریں کہنا بھول جائیں تو کیا عید کی نماز ہو جائے گی؟

ج:...... عید کی نمازوں میں یہ چھ زائد تکبیریں واجب ہیں اور نماز میں واجب چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا کسی واجب کے چھوٹ جانے پر اگر آخر میں سجدہ سہو کر لیا جائے تو نماز درست ہو جاتی ہے لیکن دونوں عیدوں اور جمعہ کی نمازوں میں مجمع بہت زیادہ ہوتا ہے اس کثرت اجتماع کی وجہ سے فقہاء کرام نے جمعہ اور عید کی نمازوں میں سجدۂ سہو واجب ہو جانے کے باوجود سجدۂ سہو نہ کرنے کی رعایت اور اجازت دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سجدۂ سہو کے بغیر بھی جمعہ اور عیدین کی نمازیں درست ہو جائیں گی۔

س:...... اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت پہنچے کہ امام صاحب پہلی رکعت کے رکوع میں ہوں تو یہ شخص پہلی رکعت کی تکبیریں کب کہے گا؟

ج:...... ایسا شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر لیے پھر کھڑا رہ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور پہلی رکعت کی یہ زائد تین تکبیریں رکوع ہی میں کہہ لے اور بقیہ نماز امام صاحب کے ساتھ پوری کرلے اور انہی کے ساتھ سلام پھیر دے۔

س:...... اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں نماز میں شامل ہو تو وہ پہلی رکعت کی تین تکبیریں کب پڑھے گا؟

ج:...... ایسا شخص امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی پہلی رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہوگا تو سبحانک اللّٰھم پوری پڑھ لینے کے بعد پہلے تین بار تکبیر کہے گا، اس کے بعد قرأت کرے گا اور پھر حسب معمول رکوع وسجود کرے گا پھر قعدے میں بیٹھ کر پوری التحیات، درود شریف اور دعا پڑھے گا۔

س:...... دوسری رکعت کے رکوع میں کوئی مقتدی شامل ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... ایسا شخص دوسری رکعت کے اس رکوع میں امام صاحب کے ساتھ شامل ہو جائے اور اسی رکوع میں اپنی دوسری رکعت کی تینوں تکبیریں کہہ لے نماز کی تکمیل پر امام صاحب کے ساتھ سلام پھیرنے کے بجائے اپنی رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اور سبحانک اللّٰھم پڑھنے کے بعد تین تکبیریں کہے اور بقیہ اپنی نماز حسب ترتیب مکمل کرلے۔

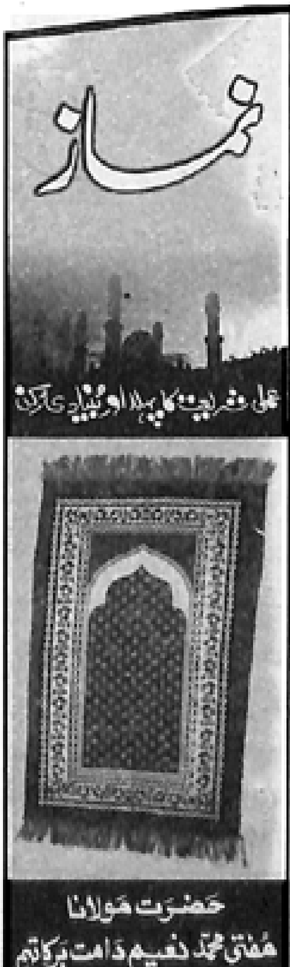

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

آزاد کشمیر میں ختم نبوت کا تحفظ

ایک اور سنگ میل عبور ہوگیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

پاکستان اور بھارت ۱۹۴۷ء کو وجود میں آئے۔ اس وقت متحدہ ہندوستان کو تقسیم کرتے ہوئے فارمولا یہ اختیار کیا گیا کہ جہاں مسلم اکثریت ہوگی وہ حصہ پاکستان کو اور جہاں غیر مسلم اکثریت ہوگی وہ حصہ ہندوستان کو ملے گا۔ گورداسپور میں آبادی کے لحاظ سے مسلم وغیر مسلم دونوں انچاس انچاس فیصد تھے۔ قادیانی دو فیصد تھے۔ انہوں نے الگ سے درخواست جمع کرادی کہ قادیان کو ویٹی کن سٹی کی طرز پر علیحدہ شناخت دی جائے۔ انہیں وہ شناخت تو نہ ملنا تھی اور نہ ملی۔ البتہ ان کے اس اقدام سے مسلمانوں کی تعداد انچاس فیصد رہی اور دوسرے فریق کی تعداد اکیاون فیصد ہوگئی۔ جس سے گورداسپور ضلع ماسوائے شکر گڑھ تحصیل کے ہندوستان کو چلا گیا۔ یوں قادیانی کارروائی سے گورداسپور سے واحد راستہ کشمیر کو جانے کا بھارت کے ہاتھ آ گیا۔ یہاں سے اسلامیان کشمیر کے لئے امتحان وابتلاء کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ تقسیم سے قبل کشمیر کمیٹی کے نام پر مرزا محمود قادیانی کشمیر میں اپنے مہرے فٹ کر چکے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جو کشمیر کا حصہ پاکستان کو مل گیا۔ اسے آزاد کشمیر کا نام دیا گیا۔ تب ایک وقت ایسا بھی آیا کہ قادیانی یہاں بھی سازشوں کے تانے بانے سے آزاد کشمیر حکومت میں کلیدی عہدوں پر براجمان رہے۔ بلکہ صدارت تک کے عہدوں پر بھی بکلی یا جزوی رسائی حاصل کی۔

۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر باغ سے منتخب ہونے والے رکن آزاد کشمیر اسمبلی جناب میجر محمد ایوب حج کے لئے گئے۔ مدینہ طیبہ حاضری کے لئے مسجد نبوی کے صحن سے نماز کی ادائیگی کے بعد مواجہہ شریف پر سلام عرض کرنے کے لئے چلے تو برقی رو کی طرح ایک خیال ان کے دماغ سے ٹکرایا کہ ایوب کس منہ سے آپ ﷺ کے در اقدس پر سلام کے لئے جارہے ہو۔ تمہارے اقتدار میں ہوتے ہوئے بھی آزاد کشمیر میں آپ ﷺ کے دشمن دندناتے اور ختم نبوت کا منہ چڑاتے پھر رہے ہیں۔ بس اس خیال کے آتے ہی ایک سیکنڈ کے لئے رکے۔ اگلے ہی لمحہ دل نے فیصلہ سنا دیا کہ اللہ رب العزت اور ان کے آخری نبی ﷺ سے وعدہ رہا کہ زندگی نے وفا کی تو واپس جاتے ہی آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کروں گا۔ (یہ بات خود میجر سے چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر ایک ملاقات میں ارشاد فرمائی جس میں فقیر راقم بھی موجود تھا) وہ واپس تشریف لائے اور قرارداد جمع کرائی۔ آپ

سردار عبدالقیوم مرحوم کی برسراقتدار پارٹی کے رکن تھے۔

۲۸؍اپریل ۱۹۷۳ء کو قرارداد پیش ہوئی اور منظور ہوگئی۔ پاکستان کے اس وقت وزیراعظم جناب بھٹو مرحوم، وفاقی وزیر برائے امور کشمیر خورشید حسن میر، جناب خان عبدالقیوم خان وفاقی وزیرداخلہ، یوسف بچہ یہ صدر مملکت پاکستان کے مشیر تھے۔ مؤخرالذکر یہ تینوں پنجے جھاڑ کر آزاد کشمیر حکومت کے درپے انتقام ہوئے۔ اس وقت آزاد کشمیر کے وزیر قانون جاوید اقبال بٹ نے آغا شورش کاشمیری کے مبارک بادی کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت پر ہزاروں حکومتیں قربان کردیں گے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس جرأت وبہادری وعزم واستقلال کا آزاد کشمیر حکومت نے مظاہرہ کیا تھا۔ قرارداد تو منظور ہوگئی لیکن ختم نبوت مخالف قوتوں نے قانون سازی میں روڑے اٹکائے۔ آگے چل کر حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ پاکستان میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ عموماً جو قانون پاکستان میں منظور ہوجائے وہ آزاد کشمیر اسمبلی بھی منظور کر کے اپنے آئین وقانون کا حصہ بنادیتی ہے۔ لیکن قادیانیوں سے متعلق اس آئینی ترمیم کو بوجوہ آزاد کشمیر میں نافذ نہ کیا گیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ قانون سازی ہوئی۔ البتہ یہ آرڈیننس آزاد کشمیر میں بھی نافذ ہوا اور یوں قادیانیوں کو اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے بوجہ غیرمسلم ہونے کے روک دیا گیا۔ اب قادیانیوں سے متعلق پاکستان کے آئین کی دفعہ نمبر ۲۶۰ کی شق نمبر ۳ جز ''الف'' اور ''ب'' میں جہاں قادیانی اور مسلم کا امتیاز کیا گیا ہے جو یہ ہیں:

الف...... ''مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد (ﷺ) کی ختم نبوت پر مکمل اور غیرمشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد (ﷺ) کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔

ب...... ''غیرمسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

یہ آزاد کشمیر کے آئین میں شامل نہ ہوئیں۔ اسی طرح آئین پاکستان کی دفعہ نمبر ۴۲ میں صدر مملکت پاکستان کے لئے اور دفعہ نمبر ۹۱ کی ذیلی شق نمبر ۴ میں وزیراعظم کے لئے یہ حلف نامہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں .... صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت وتوحید قادر مطلق تبارک وتعالیٰ، کتب الہیہ جن میں قرآن پاک ختم الکتب سماوی ہے۔ نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ روز قیامت اور قرآن پاک وسنت کی جملہ متقضیات وتعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں۔

یہ حلف نامہ صدر مملکت اور وزیراعظم جب تک نہ اٹھائیں وہ پاکستان کی صدارت ووزارت کے مستحق قرار نہیں پاتے۔ یہ حلف نامہ پاکستان کے آئین میں تو موجود ہے۔ لیکن آزاد کشمیر کے آئین میں موجود نہ تھا۔ متذکرہ آئین پاکستان کی دفعات کو آزاد کشمیر کے آئین میں شامل کرانے کے لئے مختلف مراحل پر وہاں کی دینی قیادت نے کوشش جاری رکھی۔

مولانا محمد الیاس (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)، مولانا مفتی محمد اویس خان (امیر جمعیۃ علماء اسلام)، مولانا قاضی محمود (جنرل سیکرٹری سواد

اعظم)، پیر سید نذر حسین گیلانی (صدر تنظیم المدارس)، مولانا زاہد اثری (وفاق المدارس السّلفیہ آزاد کشمیر) نے ۱۲؍ستمبر۲۰۱۴ء کو حکومت سے مذاکرات کئے اور ان امور کو قانون میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا۔ آج سے کچھ عرصہ قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے ناظم عمومی اور تحریک ختم نبوت آزاد کشمیر کے صدر مولانا عبدالوحید قاسمی صاحب نے ہائیکورٹ آزاد کشمیر میں رٹ دائر کی۔ ابھی یہ مراحل طے ہو رہے تھے کہ اٹک سے آزاد کشمیر اسمبلی کے منتخب ہونے والے رکن جناب راجہ محمد صدیق صاحب نے وزیر اعظم آزاد کشمیر راجہ محمد فاروق حیدر خان سے فرمایا کہ مجھے آپ وزیر نہ بنائیں لیکن ختم نبوت سے متعلق وہ آئینی وقانونی دفعات جو پاکستان میں منظور شدہ ہیں وہ آزاد کشمیر کے بھی آئین وقانون کا حصہ بنا دیں۔ ان کے اس مطالبہ پر ختم نبوت کمیٹی بنائی گئی۔ اس کے بعد متعدد اجلاس ہوئے جس میں طے پایا کہ ایک بل کے ذریعہ آزاد کشمیر اسمبلی سے پاس کیا جائے جس سے ختم نبوت کا حلف نامہ، قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کی صراحت، مسلم وغیر مسلم کی تعریف وغیرہ سب کو آئین وقانون کا حصہ بنایا جائے۔ چنانچہ ممبران آزاد کشمیر اسمبلی پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی جس میں وزیر تعلیم سید افتخار گیلانی، جناب محمد احمد رضا قادری، ملک پرویز اختر اعوان، جناب راجہ محمد صدیق اور سید رضا بخاری شامل تھے۔ ان حضرات نے مسودہ تیار کیا۔ پھر کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں طے ہوا کہ اس مسودہ کو اسمبلی کے اجلاس ۲؍فروری ۲۰۱۸ء میں پیش کیا جائے۔ مولانا محمود الحسن اشرف نے فقیر راقم سے فرمایا کہ ۲؍فروری کو جمعہ ہے۔ آپ یہ جمعہ مظفر آباد سیکرٹریٹ اسمبلی کے قریب جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کی جامع مسجد خاتم النّبیین میں پڑھا دیں۔ فقیر جمعرات کو حاضر ہوا۔ مولانا عادل خورشید، مولانا خالد میر مبلغین حضرات بھی ساتھ تھے۔ جمعرات کو کپڑا مارکیٹ کی مسجد سلطانی میں عصر تا مغرب عظیم الشان ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا۔ اگلے روز جمعہ پر خطاب ہوا۔ آزاد کشمیر اسمبلی میں متفقہ طور پر بل منظور کرانے کے بعد جناب راجہ محمد صدیق، سردار میر محمد اکبر وزیر جنگلات بھی مسجد خاتم النّبیین میں تشریف لائے۔ جس طرح عوام نے خیر مقدم کیا اور والہانہ مبارک باد دی، وہ منظر قابل دید تھا۔ اگلے روز ۳؍مئی کو وزیر اعظم آزاد کشمیر کی صدارت میں اجلاس ہوا۔ جس میں کمیٹی کے تمام ممبران اور مولانا عبدالوحید، پیر طاہر بکوٹی، جناب عبدالخالق نقشبندی دیگر حضرات بھی شریک ہوئے۔

اس میں فیصلہ ہوا کہ آزاد کشمیر کونسل اور آزاد کشمیر اسمبلی کا مشترکہ اجلاس ۶؍فروری ۲۰۱۸ء کو طلب کیا ہوا ہے۔ اس میں اس بل کو حتمی اور آخری منظوری کے لئے پیش کیا جائے تاکہ یہ قانون کا حصہ بن سکے۔ رب کریم نے کرم فرمایا کہ کونسل واسمبلی کے مشترکہ اجلاس میں متفقہ طور پر بل پیش ہو کر منظور ہوگیا۔ عبوری آئین ایکٹ ۱۹۷۴ء میں بارھویں ترمیم کے ذریعہ ختم نبوت کے متعلق قانون کو آئین آزاد کشمیر کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ ترمیم کے مطابق قانون غیر مسلم کی تعریف کر دی گئی ہے۔ ترمیمی قانون کے مطابق جو شخص نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا وہ مسلمان کی تعریف میں نہیں آئے گا۔ آزاد کشمیر کابینہ، ختم نبوت کمیٹی، آزاد کشمیر کونسل، آزاد کشمیر اسمبلی کے ارکان، تمام مکاتیب فکر کے علماء ومشائخ جنہوں نے جتنی بھی اس کے لئے کوشش کی سب ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کی کوششوں سے ایک بار پھر تاریخ میں ختم نبوت کے تحفظ کا ایک اور سنگ میل عبور کرلیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے قادیانی کرم فرماؤں کو توفیق مرحمت فرمائیں کہ وہ غور کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مان کر وہ کبھی امت مسلمہ کا حصہ نہیں بن سکتے۔ امت مسلمہ کبھی اس حیثیت میں ان کو قبول نہیں کر سکتی۔ کاش وہ غلام قادیان کو چھوڑ کر رحمت عالم ﷺ کی آغوش ختم نبوت میں آجائیں۔ آخر ہیں تو وہ ہمارے جسد کا حصہ جسے ایک دین دشمن اور ختم نبوت کے منکر اور جھوٹے مدعی نبوت نے امت مسلمہ کے وجود سے کاٹ کر غیر مسلموں کے زمرہ میں لا کھڑا کیا۔

حق تعالیٰ ان کو توفیق دیں کہ وہ انگڑائی لیں اور ملعون قادیان سے اپنی گردن خلاصی کرالیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

”پیغامِ پاکستان“ کے حوالے سے ایک سوال

شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

آج کا کالم ایک طالب علمانہ سوال کی نذر ہے جوان دنوں کم وبیش ہر جگہ پوچھا جا رہا ہے کہ کیا ”پیغامِ پاکستان“ کے ذریعے کفر کے فتوے کی اتھارٹی اب حکومت وعدالت کو منتقل ہوگئی ہے؟ اور اگر ایسا ہوگیا ہے تو مفتیان کرام کا اس میں کیا کردار باقی رہ گیا ہے؟

اس سلسلہ میں اپنا ذاتی نقطہ نظر پیش کر رہا ہوں جسے من وعن قبول کرنا ضروری نہیں ہے البتہ اس کے بارے میں اہل علم ودانش سے سنجیدہ توجہ اور غور وخوض کی درخواست ضرور کروں گا۔ یہ سوال اس سے قبل ہمارے سامنے اس وقت بھی آیا تھا جب بنگلہ دیش کی قومی اسمبلی میں یہ تحریک پیش کی گئی تھی کہ بنگلہ دیش میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ وہاں کے قادیانی حلقوں نے بڑے شدومد کے ساتھ یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا کسی کو مسلمان یا کافر قرار دینا اسمبلیوں کا کام ہوتا ہے یا یہ ذمہ داری اہلِ علم وفتویٰ کی ہے؟ بنگلہ دیش کے بعض علماء کرام نے سفیرِ ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ سے اس سلسلہ میں رجوع کرکے راہنمائی طلب کی تھی جس پر مولانا چنیوٹیؒ نے بہت سے دیگر علماء کرام کے علاوہ مجھ سے بھی مشورہ کیا تھا اور میری اس گزارش سے اتفاق کیا تھا کہ قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی شرعی حیثیت تو علماء کرام نے واضح کردی ہے اور سب اہل علم کا اس سے اتفاق ہے، مگر اسے عملی قانون کا حصہ بنانے اور اس کے معاشرتی اطلاق وتنفیذ کے لئے پارلیمنٹ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے، کیونکہ کسی معاملہ کے سوسائٹی پر اطلاق اور اس کی عملی تنفیذ کی اتھارٹی بہرحال حکومتِ وقت کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے جب پاکستان کی حکومت اور پارلیمنٹ سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت کا درجہ دینے کا مطالبہ کیا تھا تو وہ مطالبہ یہ نہیں تھا کہ پارلیمنٹ قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا فتویٰ صادر کرے، بلکہ یہ تھا کہ چونکہ اس گروہ کو پوری امتِ مسلمہ غیر مسلم قرار دے چکی ہے اس لئے قانون ودستور میں بھی ان کی یہ حیثیت تسلیم کی جائے۔

میرے خیال میں وہی سوال اب مذکورہ صورت میں ہمارے سامنے آگیا ہے کہ کفر واسلام کی بحث تو اہلِ علم وافتاء کا کام ہوتا ہے، اس میں حکومت یا پارلیمنٹ کو اتھارٹی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ میری طالب علمانہ رائے میں کسی فرد یا گروہ کے کفر یا اسلام کو واضح کرنا تو بہرحال اہلِ علم وفتویٰ ہی کی ذمہ داری بنتی ہے مگر اس کی عملی تطبیق اور معاشرتی اطلاق کی اتھارٹی عدالت، پارلیمنٹ یا حکومت کے پاس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کے بارے میں اس اجتماعی فیصلے پر عملدرآمد کے لئے عدالت، حکومت اور پارلیمنٹ سے رجوع کیا تھا۔ قیامِ پاکستان سے قبل اس مقصد کے لئے ریاست بہاولپور کی عدالت کے سامنے حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت علامہ غلام محمد گھوٹویؒ اور دیگر اکابر علماء کرام کا پیش ہونا اور اس سے فیصلہ طلب کرنا اسی مقصد کے لئے تھا۔ جبکہ اسی ناگزیر ضرورت کے تحت قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ حکومتِ وقت سے کیا گیا تھا جو ۱۹۷۴ء میں ایک دستوری بل کی صورت میں منتخب پارلیمنٹ کے سامنے رکھا گیا تھا اور اس کے بعد یہ معاملہ وفاقی شرعی عدالت اور عدالتِ عظمیٰ کے سامنے بھی پیش ہوا تھا۔ یہ سارے مراحل اس امر کی توثیق کرتے ہیں کہ کسی فتویٰ کا عملی اطلاق اور اس کی معاشرتی تنفیذ حکومت وعدالت ہی کی ذمہ داری بنتی ہے۔

اس کی ایک مثال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی قانونی یا دستوری مسئلہ پر حکومتی رائے وہ ہوتی ہے جو اٹارنی جنرل، ایڈووکیٹ جنرل یا ڈسٹرکٹ اٹارنی پیش کرتے ہیں لیکن اسے قانونی فیصلے کی حیثیت متعلقہ عدالت کے حکم سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ باقاعدہ قانونی صورت اختیار کرتی ہے۔ ایک حد تک اس معاملہ کو اس فقہی قاعدہ کی صورت میں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ کسی کیس میں قاضی کا فیصلہ قانونی تقاضے تو پورے کر لیتا ہے جبکہ حقیقتاً وہ درست نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس میں حلال وحرام کے معاملات بھی گڑبڑ ہو جاتے ہیں، تو ایسی بعض صورتوں میں فقہاء کرام یہ کہتے ہیں کہ وہ فیصلہ قضاءً میں تو نافذ ہو جائے گا مگر دیانتاً نافذ نہیں ہوگا۔ دیانت اور قضا کے درمیان جو یہ فرق کیا جاتا ہے اس سے اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی مسئلہ کے عملی نفاذ واطلاق کی صورت اس کی علمی ودینی حیثیت سے مختلف ہو سکتی ہے اور اس کا فقہی طور پر بھی اعتراف کیا جاتا ہے۔

میری یہ گزارشات ”پیغامِ پاکستان“ کی توضیح یا دفاع کے حوالہ سے نہیں بلکہ اس سے پیدا ہونے والے ایک سوال کے بارے میں فقہی صورتحال کے ایک پہلو کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہیں کہ کسی فرد، طبقہ یا گروہ کے مسلمان یا کافر ہونے کی بحث وفیصلہ تو اصولی طور پر اہلِ علم وفقہ کا کام ہے مگر اس کی معاشرتی تنفیذ اور قانونی اطلاق متعلقہ اور مسلمہ اداروں کے ذریعے ہی قابلِ عمل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جب ہم کسی مسئلہ کی شرعی پوزیشن کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس کے عملی اطلاق اور معاشرتی تنفیذ کے معاملات بھی اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سے بہرحال کنفیوژن پیدا ہوتا ہے، جبکہ ان دونوں معاملات کو الگ الگ رکھا جائے تو اس قسم کی الجھنوں سے بچا جا سکتا ہے۔

(روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۹ فروری ۲۰۱۸ء)

بغیر محرم کے خواتین کا سفرِ حج

اسلامی، فقہی اور عملی نقطۂ نظر

مولانا ندیم احمد انصاری

اس وقت ہمارے پیشِ نظر عورت کے لئے بغیر محرم سفرِ حج کے مسئلے پر اسلامی، فقہی اور عملی نقطۂ نظر سے مختصر گفتگو کرنا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زادِ راہ اور سواری سے۔'' (ترمذی:۸۱۳، ابن ماجہ:۲۸۹۶)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا'' کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے پاس توشہ اور سواری ہو۔ (ابن ماجہ)

لیکن عورت پر حج فرض ہونے کے لئے ذاتی صرفے کے علاوہ ساتھ میں جانے والے محرم کا سفر خرچ میسر ہونا بھی لازم ہے، ورنہ عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس عورت کا یہ سفر، شرعی سفر یعنی 3 دن یا اس سے زیادہ مسافت کا ہو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ کوئی دن و رات کا سفر بھی بغیر محرم کے کرے۔ (بخاری:۱۰۸۸، مسلم:۱۳۳۹)

حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے، اِلّا یہ کہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہو، اور نہ کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔ یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لئے جا رہی ہے، اور میرا نام فلاں غزوے کے لئے لکھا جا چکا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (بخاری:۵۲۳۳، مسلم:۱۳۴۱)

اسی لئے فقہا نے لکھا ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر سفرِ حج پر جائے گا یا کوئی محرم، لہٰذا اگر محرم یا شوہر عورت کے ساتھ سفر کے لئے میسر نہ ہو تو عورت پر حج فرض نہیں ہوگا۔ (ہندیہ:۱/۲۲۱، تاتارخانیہ:۲/۴۳۳)

ہاں اگر سفر شرعی مسافت سے کم ہو تو اس عورت کو بغیر محرم کے یا بغیر شوہر کے بھی حج کے لئے جانا فرض ہے، البتہ اگر کسی فساد وغیرہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس شرعی مسافت سے کم میں بھی عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے سفر کرنا مکروہ ہوگا اور ملا علی قاریؒ نے تحریر فرمایا کہ اس زمانے میں لوگوں کے فساد کی وجہ سے اسی قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔ (لباب المناسک:۶۰ تا ۶۲، زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک:۳۳)

نیز حنفی مسلک میں عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی اس کے لئے حج پر جانے کے لئے محرم کی رفاقت شرط ہے، لہٰذا اگر کوئی بوڑھی عورت اپنے پڑوسی یا کسی اور غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا چاہتی ہے تو نہیں جا سکتی ہے، لہٰذا حنفی مسلک میں حکم یہ ہے کہ جب تک محرم نہ ملے حج پر نہ جائے اور آخر عمر تک محرم نہ ملے تو وصیت کر جائے کہ میری طرف سے حج بدل کرا دیا جائے۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۰۱)

''کما فی رد المحتار: فیجب الایصاء ان منع المرض او خوف الطریق اولم یوجد زوج ولا محرم۔'' (شامی:۲/۴۰۰)

اور ہندوستان و پاکستان میں رہنے والے اکثر مسلمان حنفی مسلک کے پیروکار ہیں اور ان کے نزدیک بغیر محرم کے عورت اگر جائے تو حج تو اس کا (کراہت کے ساتھ ادا) ہو جائے گا، مگر اس سفر کا گناہ سر پر رہے گا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا حکمت سے پُر بیان ہے کہ گو بعض ائمہ کے قول پر بعض خاص قیود و شروط کے ساتھ اس کی گنجائش ہے، لیکن اول تو عوام کو ایسی بے قیدی کی اجازت نہیں کہ جس وقت جس کا قول دل چاہا لے لیا، دوسرے جانے والیاں ان قیود و شرائط کو نہ جانتی ہیں، نہ ان کی پروا کرتی ہیں، ہر حال میں چلی جاتی ہیں جو کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ نیز اس وقت اتنا فساد نہ تھا، ثقہ عورتوں کے ساتھ امن غالب تھا اور اس زمانے میں فساد اس قدر غالب ہے کہ عورتوں کے ہوتے ہوئے بھی شریر طبیعتیں شرارت سے نہیں چوکتیں، پھر تعاون و ہمدردی کم ہوتی جاتی ہے، اگر بیماری وغیرہ پیش آ گئی تو کم عورتوں سے امید ہے کہ اپنا کام چھوڑ کر ان کی امداد کریں، اکثر لوگوں کو خصوصاً ضعفا و نسواں کو نفسی نفسی میں مشغول دیکھا ہے، تو بہ وجہ مجبوری مرد ہی امداد کریں گے، تو

لامحالہ اُتارنے میں چڑھانے میں اجنبی مرد اس کا ہاتھ بھی پکڑیں گے، کمر بھی تھامیں گے، تو ایسے وقت فتن سے محفوظ رہنا جانبین کا ایک ہی جانب کا مشکل ہے، خاص کر قلب اور عین کے فتنے سے، تو ایسے حج کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب شریعت اس کو حاضر ہونے کا حکم نہیں کرتی بلکہ روکتی ہے، تو پھر یہ کیوں مصیبت میں پڑتی ہے؟ اگر اس عورت کو مالی استطاعت ہو، اور محرم و شوہر موجود نہ ہو، یا جانے پر آمادہ نہ ہو، کیوں کہ اس کو شرعاً اس کا اختیار حاصل ہے تو اس میں فقہا مختلف ہیں کہ آیا استطاعتِ مالی سے نفسِ وجوب حج کا اس کے ذمے ہوگیا ہے یا نفسِ وجوب بھی نہیں ہوا، پہلے قول پر اس عورت کے ذمے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا اور دوسرے قول پر نہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ وصیت کی جائے، اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر وصیت نافذ نہ کی گئی تو حج میرے ذمے رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ خواہ ایسا ہو لیکن گناہ گار نہ ہوگی، کیوں کہ اس نے اپنے ذمے کے واجب کو یعنی وصیت کو ادا کردیا، اب نفاذ اس کا جب کہ مال چھوڑ جائے ورثا کے ذمے واجب ہے، اگر وہ کوتاہی کریں گے اس کا مواخذہ ان سے ہوگا۔ (اصلاح انقلاب امت:۱/۲۰۴ بترمیم)

مفتی اعظم ہند، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے کہ بغیر محرم کے عورت کو حج کے لئے جانا نہیں چاہئے، اگرچہ بوڑھی عورت ہو۔ (کفایت المفتی:۴/۳۲۱)

کما فی الخانیة: "ولا یثبت الاستطاعة للمرأة اذا کان بینها وبین مکة مسیرة سفر شابة کانت او عجوزة الا بمحرم. (۱/۱۳۵)

بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جس طرح بعض خواتین ہندوستان سے جدہ تک تنہا سفر کرکے چلی جاتی ہیں اور وہاں ان کا کوئی محرم مقیم ہوتا ہے، جو آگے کے سفر میں ساتھ ہوجاتا ہے، ان کا ہندوستان سے جدہ تک اس طرح جانا بھی درست نہیں۔ فتاویٰ رحیمیہ میں ایک سوال کے جواب میں ہے کہ ایسی عورت جانا ہی چاہتی ہے تو ہندوستان سے اپنے ساتھ کسی محرم کو کرلے یا پھر خود لڑکا (یا جو بھی محرم ہو، وہ) آکر والدہ کو ساتھ لے جاوے اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۲۶۸)

محرم کی تعریف:

یہ بھی واضح رہے کہ محرم وہ ہوتا ہے جس سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو مثلاً: باپ، بیٹا، دادا، نانا، نواسہ، پوتا، بھانجا، بھتیجا وغیرہ، اور عورت خاوند یا محرم کے ساتھ ہی حج یا سفر کرسکتی ہے۔

"فی ردالمحتار: (قوله مع زوج أو محرم) .... والمحرم من لایجوز له مناکحتها علی التأبید بقرابة او رضاع او صهرية ..... (قوله في سفر) هو ثلاثة ايام ولياليها فيباح لها الخروج الی مادونه لحاجة بغير محرم بحر." (۲/۴۶۳)

اور "کتاب الفتاویٰ" میں ہے کہ محرم رشتے داروں سے وہ اقارب مراد ہیں، جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، نسبی رشتے داروں میں باپ دادا اور ان کا آبائی سلسلہ، چچا، ماموں، بیٹا، بیٹے اور بیٹی کی اولاد، اور ان کا آبائی سلسلۂ اولاد، بھتیجا، بھانجہ، سسرالی رشتے داروں میں خسر اور ان کا آبائی سلسلہ، شوہر کی اولاد، اسی طرح داماد، یہ سب ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، تیسرے وہ لوگ جو دودھ کے رشتہ سے حرام ہوں، یعنی رضائی باپ، چچا، ماموں، دادا وغیرہ۔ جن لوگوں سے عارضی طور پر نکاح حرام ہو مثلاً: پھوپھا، خالو، بہنوئی، یہ محرم نہیں ہیں کیوں کہ پھوپھی، خالہ اور بہن کے انتقال یا ان کو طلاق دینے کے بعد نکاح کی حرمت ختم ہوجاتی ہے، اس لئے بہنوئی محرم میں داخل نہیں ہے، نہ اس کے ساتھ سفر حج درست ہے اور نہ عام سفر۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۴۴)

اور داماد سے بھی ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے، یہاں تک کہ اگر نکاح کے بعد بیوی سے قربت کی نوبت نہ آئی ہو اور اس سے پہلے ہی طلاق ہوجائے، تب بھی ساس اور داماد ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے، اس لئے ساس کا اپنے داماد کے ساتھ سفر حج کرنا جائز ہے، البتہ اگر عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہو، یا مرد یا عورت کے اخلاق و عادات قابل اطمینان نہ ہوں، یا کسی اور وجہ سے فتنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ (ایضاً:۴۴)

مختصر یہ کہ عورت پر حج فرض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتے دار موجود ہو، اگر اس کے ساتھ کوئی محرم چلنے کو تیار نہ ہو، یا تیار ہو لیکن عورت کے اندر اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ اپنے علاوہ اپنے کسی محرم رشتے دار کے اخراجات سفر بھی برداشت کرسکے تو اس پر حج فرض نہیں۔ عورت کے محرم کے بغیر سفر نہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، اس لئے خواتین کو محرم کے بغیر سفر حج سے گریز کرنا چاہئے، کیوں کہ عبادتوں کا اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے اور جب شریعت میں ایک بات سے منع کردیا گیا ہو تو اس کے ارتکاب کی وجہ سے بجائے ثواب کے گناہ ہی کا اندیشہ ہے۔ شرعی اور فقہی نقطۂ نظر سے ہٹ کر عملی طور پر بھی سفر حج میں خواتین کے ساتھ شوہر یا محرم کا ہونا نہایت ضروری محسوس ہوتا ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے بار بار طبیعت خراب ہوتی ہے، مقام کی اجنبیت، ازدحام اور زبان کی عدم واقفیت کی وجہ سے خواتین کو بار بار مدد کی ضرورت پیش آتی ہے، بہت سی جگہ طویل قیام کرنا پڑتا ہے اور بہت سی دشوار قانونی کارروائیوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان مواقع پر محرم رشتے دار یا شوہر کا قدم قدم پر تعاون مطلوب ہوتا ہے۔ (ایضاً:۴۳)

خوش اخلاقی کا بنیادی عنصر

مولانا محمد اسامہ

خوش اخلاقی انسانی تہذیب و تمدن میں ہمیشہ ایک مطلوب و مرغوب وصف رہا ہے۔ انسان کا تعلق چاہے کسی بھی اقلیم، قبیلے اور مذہب سے ہو، دوسرے انسانوں سے اس کا معاشرتی اختلاف اور جغرافیائی تفریق کتنی ہی بڑھ جائے لیکن اچھے اخلاق کی پسندیدگی اور برے اخلاق سے نفرت یہ ایسی قدر مشترک ہے کہ روئے زمین کے تمام انسان اس میں متحد ہیں، یہ الگ بات ہے کہ خوش اخلاقی کی تعریف اور حسن اخلاق کی تعیین میں کچھ قومیں غلطی کا شکار ہوگئیں۔

اسلام چونکہ ہمہ جہت اور جامع ترین مذہب ہے، اس لئے اسلامی تعلیمات میں دیگر تمام امور ضروریہ کی طرح خوش اخلاقی کے اصل مدار اور بنیادی عنصر کی درست تعیین بھی موجود ہے، اور وہ عنصر ہے تحمل و بردباری اور بلاشبہ تعلیمات اسلامی کے عملی اسوہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تحمل و بردباری کامل درجے کی موجود تھی، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافروں نے بہت ستایا حتی کہ دندان مبارک تک شہید کردیئے، تب بھی آپ نے تحمل کا دامن نہ چھوڑا اور ان کے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان پر رحم فرما، یہ ناواقف ہیں۔ اسی بنا پر اللہ کی طرف سے آپ کو ''انک لعلی خلق عظیم'' کا اعزاز عطا ہوا، معلوم ہوا کہ اچھے اور اونچے اخلاق کا حامل وہی ہوسکتا ہے جو حضور علیہ السلام کی اتباع میں تحمل و بردباری سے متصف رہے، اگر یہ صفت نہیں ہے تو لاکھوں مصنوعی مسکراہٹیں اور ظاہری بشاشت آپ کو حقیقی طور پر خوش اخلاق نہیں بنا سکتی۔ ذیل میں چند اللہ والوں کے واقعات تحریر کئے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ خوش اخلاقی کا اکثر اظہار برداشت و تحمل اور ضبط و درگزر سے ہی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ:

یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے مشہور شخصیت ہیں۔ ایک مرتبہ تن تنہا صحراء میں چلے جارہے تھے کہ ایک فوجی سے سامنا ہوگیا، اس نے پوچھا کہ تو غلام ہے؟ فرمایا: ہاں! اس نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا: بتا آبادی کہاں ہے؟ حضرتؒ نے قبرستان کا راستہ بتادیا، اس نے کہا: میں آبادی ڈھونڈ رہا ہوں، تم نے مجھے قبرستان بھیج دیا تھا۔ فرمایا: آبادی اسی جگہ ہے (یعنی انجام کار سب نے اسی جگہ پر آبسنا ہے) فوجی نے لاٹھی آپ کے سر پر دے ماری اور آپ کو پکڑ کر سر سے بہتے خون سمیت شہر میں لے آیا، جب لوگوں نے بتایا کہ ظالم یہ تو حضرت ابراہیم بن ادہمؒ ہیں، تو فوجی سواری سے اتر پڑا اور حضرتؒ کے پاؤں چومنے لگا، پھر پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ میں غلام ہوں؟ حضرت نے جواب دیا کہ ہاں! میں اللہ کا غلام ہوں۔ عرض کیا: مجھے معاف کردیجئے، فرمایا: میں نے معاف کردیا اور جب تم نے میرے لاٹھی ماری تو میں نے تمہیں دعا دی تھی، لوگوں نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ اس کے مارنے پر برداشت کرنے سے مجھے ثواب ملا ہے، لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ اس کے سبب سے مجھے تو ثواب ملے اور میرے سبب سے اس کو برائی ملے۔

حضرت ابوعثمان حیری قدس سرہ:

یہ اللہ والے حیرہ نامی شہر کے باسی تھے، ایک مرتبہ کسی نے آزمانے کی غرض سے ان کی دعوت کی، جب یہ پہنچے تو میزبان نے گھر کے باہر ہی ملاقات کرلی، اور کہا کہ کھانا تو ختم ہوچکا ہے، انہوں نے دعوت میں بلانے پر شکریہ ادا کیا اور واپس چل دیئے، کچھ دور پہنچے تھے کہ میزبان نے دوبارہ بلایا، جب یہ دروازہ پر پہنچے تو پھر وہی کہا کہ کھانا تو ختم ہوچکا ہے، کئی بار اس نے یہ عمل دہرایا، جب وہ بلاتا تو یہ بزرگ تشریف لے آتے، جب جواب دیتا تو واپس پلٹ جاتے، آخر اس نے عرض کیا کہ حضرت! میں تو آپ کو آزما رہا تھا، آپ واقعی بہت خوش اخلاق ہیں۔ اس تعریف پر مغرور ہونے کے بجائے انہوں نے فرمایا کہ جو تو نے مجھ میں دیکھا یہ تو کتے کے اخلاق ہیں کہ جب اسے بلاؤ تو وہ آتا ہے اور جب ہنکاؤ تو بھاگ جاتا ہے، اس میں کمال کی کیا بات ہے؟ حضرت ابوعثمان حیریؒ کا یہ جواب محض ان کی بے نفسی اور غرور و تکبر سے بیزار ہونے کی بنا پر ہے، ان کے مذکورہ واقعے میں جس قدر خوش اخلاقی ہے کسی سمجھ دار پر مخفی نہیں۔ ان ہی کا ایک اور واقعہ ہے کہ کسی نے چھت پر سے ان پر راکھ گرادی، انہوں نے کپڑے جھاڑے اور اللہ کا شکر ادا کیا، لوگوں نے

حیرت ظاہر کی کہ یہ تو ناراضگی کا موقع ہے نہ کہ شکر کا؟ فرمایا کہ جو شخص آگ کے قابل ہو اس پر صرف راکھ ڈالی جائے تو شکر ہی کا مقام ہے۔

حضرت علی بن موسیٰ کاظمؒ:

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل میں سے ہیں' بڑے صاحب اخلاق تھے اور علوی خاندان میں سے ہونے کے باعث بہت عزت اور وجاہت بھی رکھتے تھے' اہل عرب اکثر سرخ وسفید اور کھلتی ہوئی رنگت کے ہوتے ہیں لیکن ان کی رنگت سانولی تھی' آپ کی رہائش گاہ کے سامنے ایک حمام تھا' حمام کا مالک آپ کی اونچی حیثیت سے واقف تھا' جب آپ حمام تشریف لاتے تو وہ تمام لوگوں کو نکال دیتا اور حمام خالی کرالیتا' ایک مرتبہ آپؒ حمام میں تھے' مالک کو ذرا غفلت ہوئی تو ایک عرب دیہاتی حمام میں داخل ہوگیا' اس نے آپ کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ حمام میں آنے والوں کا خدمت گار غلام ہے' وہ آپ سے کہنے لگا: اٹھ پانی لا! آپ نے لادیا' پھر وہ بولا: چل مٹی لے کر آ! حضرتؒ نے وہ بھی لادی' غرض وہ ایک ایک کام آپ سے کرانے لگا اور آپ اس کا ہر حکم بلاچوں وچرا پورا کرتے رہے' حمام کا مالک اندر آیا اور دیہاتی کی یہ تحکمانہ آوازیں سنی تو بہت گھبرایا کہ میری غفلت کے سبب حضرتؒ پر یہ مصیبت آئی ہے۔ اسی گھبراہٹ اور شرمندگی کے باعث وہ وہاں سے بھاگ گیا' جب آپ باہر نکلے اور مالک کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس وجہ سے بھاگا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو واپس بلالو اس بے چارے کا کیا قصور ہے۔

حضرت عبداللہ خیاطؒ:

اللہ کے یہ ولی پیشے کے اعتبار سے درزی تھے' ان سے کپڑے سلوانے والوں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو ہر مرتبہ سلائی کی اجرت میں کھوٹے سکے دیتا' یہ ہمیشہ خاموشی سے رکھ لیتے' ایک مرتبہ وہ اجرت دینے آیا' آپؒ خود موجود نہ تھے' شاگرد نے کھوٹے سکے لینے سے انکار کردیا اور کھرے سکے وصول کرلئے' جب ان کو پتہ چلا تو شاگرد سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ برسوں گزر گئے وہ میرے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے' میں نے کبھی اس پر ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ اس خیال سے کھوٹے سکے رکھ لیتا ہوں کہ ان کھوٹے سکوں سے وہ کسی اور مسلمان کو فریب نہ دے۔

حضرت اویس قرنیؒ:

یہ اللہ کے بہت ہی مقبول بندوں میں سے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مستجاب الدعوات (یعنی ایسا شخص جس کی ہر دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں) ہونے کی خبر دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی ان سے دعا کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے تحمل اور برداشت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب یہ کہیں جاتے تو شرپسند لڑکے ان کو پتھر مارتے' حضرت اویس قرنیؒ ان سے فرماتے کہ اے لڑکو! چھوٹے پتھر مارو' ایسا نہ ہو کہ بڑے پتھر سے میرا پاؤں ٹوٹ جائے اور میں نماز کے لئے کھڑا نہ ہوسکوں۔ ایک مستجاب الدعوات کا مظلومی کی حالت میں بددعا کرنے کے بجائے اس تحمل کا مظاہرہ کرنا حسن اخلاق کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

حضرت احنف بن قیسؒ:

یہ بھی اللہ کے متقی بندوں میں سے تھے' ایک مرتبہ راستے میں تشریف لے جارہے تھے کہ ایک حاسد نے آپ کو آلیا اور گالیاں دینی شروع کردیں۔ آپ خاموشی سے چلتے رہے' وہ بھی گالیاں بکتا ہوا ساتھ چلنے لگا' جب اس جگہ پہنچے جہاں حضرت احنف کے عزیز واقارب رہتے تھے تو حضرت ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا: بھائی! اگر کچھ گالیاں باقی ہوں تو وہ بھی دے دو' لیکن یہاں سے آگے جاکر ایسا مت کرنا' اگر میرے رشتہ داروں نے دیکھ لیا تو تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔ سبحان اللہ! ضبط وتحمل کی چند ایسی مثالیں ہمارے معاشرے میں بھی ظاہر ہوجائیں تو تمام فسادات کا دروازہ بند ہونے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت مالک بن دینارؒ:

حضرت مالک بن دینارؒ اپنے وقت کے مشہور عالم' محدث اور سینکڑوں اہل علم کے مانے ہوئے استاد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علم نافع کی برکت سے ان کو بھی خوب تقویٰ اور اصلاح باطن سے نوازا تھا۔ علماء' صوفیاء اور عام مسلمان سب ہی آپ کی عظمت شان کے معترف تھے' ایک مرتبہ کسی عورت نے ان کو یوں پکارا: ''اوئے ریا کار'' یعنی دکھلاوا کرنے والے۔ تو بجائے اس پر ناراض ہونے یا انتقامی بات کہنے کے آپ نے اسے یہ جواب دیا کہ اے نیک بخت! بصرہ کے سب لوگوں سے میرا اصل نام پوشیدہ تھا' تو نے ڈھونڈ نکالا۔

یہ تو ہمارے چند اسلاف کے حسن اخلاق کی جھلکیاں ہیں' جن کے تذکرے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ حسن اخلاق کی اصل علامت یہ ہے جو ہمارے اسلاف رکھتے تھے' جس قدر تحمل اور بردباری ہوگی' اسی قدر اخلاق عالی ہوں گے۔ ان جھلکیوں کے علاوہ کتابوں میں ضبط اور درگزر کے کثیر واقعات موجود ہیں جو کہ ہر سننے اور پڑھنے والے کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ''طاقتور وہ نہیں جو اپنے فریق کو گرالے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو پالے۔''

اے دلوں کے مالک! ہم سب کو یہ پیغام سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی بھر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔ ☆☆

قبر میں اللہ کے نیک بندوں کے حالات

علامہ جلال الدین سیوطیؒ

۱:......حاکم بیہقی' ابن ماجہ اور ہناد نے زہد میں حضرت عثمانؓ کے غلام ہانی سے روایت کیا کہ حضرت عثمانؓ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپؓ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تو ان سے کہا جاتا کہ آپ جنہم کا ذکر کرتے ہیں اور نہیں روتے لیکن قبر کو دیکھ کر روتے ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ قبر پہلی منزل ہے' جس نے اس سے نجات پائی تو بعد والی منازل اس کے لئے آسان ہیں اور اگر اس نے نجات نہ پائی تو بعد والی منازل اس سے بھی زائد کٹھن اور دشوار ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر کا منظر ہر منظر سے زیادہ وحشت ناک ہے۔

۲:......ابن ماجہ نے حضرت ابراء سے روایت کیا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ میں شرکت کی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر بیٹھے اور خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا' حتی کہ مٹی آنسوؤں سے تر ہو گئی' پھر فرمایا کہ کاش کہ اس کا انتقال اس کی جائے پیدائش میں نہ ہوتا تو لوگوں نے عرض کی کہ وہ کیوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ جب انسان اپنے مولد کے سوا کہیں اور مرتا ہے تو اس کو جنت میں اس قدر ہی مسافت دے دی جائے گی۔

۳:......بیہقی نے عذاب قبر میں اور ابن ابی الدنیا نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنہم کا گڑھا ہے یا جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔

۴:......ابن مندہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی قبر میں ستر ہاتھ کے سبزہ زار میں پھرتا رہتا ہے اور چودھویں کے چاند کی طرح ان کی قبور روشن ہوتی ہیں۔

۵:......علی بن معبدؒ نے حضرت معاذہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ بتایئے کہ میت کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر وہ مومن ہے تو اس کی قبر چالیس ہاتھ کھول دی جاتی ہے۔ قرطبیؒ نے کہا کہ یہ معاملہ ضغطہ قبر اور سوال کے بعد ہوگا اور کافر کی قبر مسلسل تنگ ہی رہے گی۔ حضور علیہ السلام کا فرمان کہ "روضة من رياض الجنة" اور "حفرة من حفر النار" ہمارے نزدیک حقیقت پر محمول ہے' اس سے مجازی معنی مراد نہیں اور مومن کی قبر سبزہ سے بھر جاتی ہے اور بعض علماً نے اس کے مجازی معنی مراد لئے۔ یعنی مومن پر سوال کا آسان ہو جانا اور راحت و عیش سے رہنا' گویا کہ حد نگاہ تک وسعتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ قرطبیؒ کہتے ہیں صحیح پہلی بات ہی ہے۔

۶:......احمد نے زہد میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں وہب بن منبہ سے روایت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک قبر پر کھڑے تھے' تو لوگوں نے قبر کی وحشت' تاریکی اور تنگی کا ذکر کیا' تو آپ نے فرمایا کہ تم اس سے بھی زائد تنگ جگہ میں تھے۔

۷:......ابن ابی الدنیا نے کتاب المحتضرین میں ابو امامہ کے ساتھی ابو غالب سے روایت کیا کہ شام میں ایک شخص کی موت کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے چچا سے کہا کہ اگر مجھ کو اللہ میری ماں کی طرف لوٹا دے تو بتایئے کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی؟ وہ کہنے لگے کہ بخدا وہ تم کو جنت میں داخل کر دے گی' تو اس شخص نے کہا کہ اللہ مجھ پر والدہ سے بھی زیادہ مہربان ہے' پھر اس نوجوان کا ان باتوں کے بعد وصال ہو گیا تو میں اس کے چچا کے ساتھ قبر میں داخل ہوا تو اچانک ایک اینٹ گر پڑی تو اس کا چچا کود کر آگے بڑھا' پھر رک گیا' میں نے کہا کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی قبر نور سے منور ہے اور جہاں تک میری نظر کی رسائی ہوئی وہاں تک کشادہ ہے۔

۸:......ابن ابی الدنیا نے محمد بن ابان سے روایت کیا اور انہوں نے حمید سے انہوں نے کہا کہ میری ایک بھتیجی تھی' اور انہوں نے ایک حکایت بیان کی' لیکن انہوں نے یہ کہا کہ میں نے قبر میں جھانک کر دیکھا تو وہ میری حد نگاہ تک وسیع تھی تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ کیا تم کو بھی وہ نظر آیا جو مجھ کو نظر آیا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے کہا کہ تم کو مبارک ہو۔

۹:......ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے روایت کیا' انہوں نے کہا کہ بنو جحدری کے بزرگوں میں ایک بزرگ شخص بصرہ میں رہتا تھا' اس کا ایک بھتیجا تھا جو فاحشہ عورتوں کی صحبت میں رہتا تھا' بوڑھا ہمیشہ اپنے اس بھتیجے کو نصیحت کرتا تھا' اتفاقاً وہ لڑکا مر گیا' جب اس

تو قبر میں اتارا گیا تو کچھ شبہ ہوا' چنانچہ ایک اینٹ سرکا کر اندر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی قبر بصرہ کے گھوڑ دوڑ کے میدان سے بھی زائد وسیع ہے اور وہ درمیان میں کھڑا ہے' پھر اینٹ کو واپس لگا دیا گیا اور گھر آ کر اس کی بیوی سے اس کے اعمال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ جب موذن کی شہادت کو سنتا تھا تو کہتا تھا کہ "جس کی تو گواہی دیتا ہے' اسی کی گواہی میں بھی دیتا ہوں۔" اور دوسروں سے بھی کہتا تھا کہ یہی کہا کرو۔

۱۰:......عبدالرحمٰن بن احمد جعفی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ میں ایک نوجوان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا' اب جو میں اس کی قبر درست کرنے کو داخل ہوا تو اینٹیں لگاتے ہوئے ایک اینٹ گر گئی تو مجھے اندر کعبہ اور طواف کا منظر نظر آیا۔

۱۱:...... ابوالاسحاق ابراہیم بن ابی سفیان کی کتاب الدیباج میں ہے کہ مجھے ایک قبر کھودنے والے نے بتایا کہ میں دو قبر کھود چکا تو تیسری قبر میں لگ گیا' دھوپ بہت سخت تھی تو میں نے گڑھے کے اوپر چادر ڈال دی اور میں اندر بیٹھ گیا' اتنے میں دو شخص سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے اور پہلی قبر پر کھڑے ہو گئے' پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ لکھو: اس نے کہا کہ کیا لکھوں؟ اس نے کہا تین میل مربع لکھو پھر دوسری قبر پر پہنچے اور کہا کہ لکھو: حد نگاہ تک' پھر وہ اس قبر پر آ گئے جس میں میں تھا' تو ایک نے دوسرے سے لکھنے کو کہا: اس نے کہا کہ کیا لکھوں؟ کہا کہ لکھو "فترتی فتر" اب میں بیٹھ کر جنازوں کا انتظار کرنے لگا تو ایک جنازہ تھوڑے سے انسانوں کے ساتھ آیا' اور پہلی قبر پر روک دیا گیا' میں نے کہا کہ یہ مردہ کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ ایک ماشکی ہے' کبیر السال تھا مر گیا' ہم نے چندہ کیا اور اس کے دفن کا انتظام کر دیا' میں نے کہا کہ میں کچھ نہ لوں گا' یہ اس کے بچوں کو دے دینا' میں نے اس کو ان کے ساتھ لے کر دفن کرا دیا' پھر دوسرا جنازہ آیا' اس کے ساتھ صرف اس کے اٹھانے والے ہی تھے' یہ اسی قبر پر جس کے بارے میں کہا گیا تھا کہ حد نگاہ تک، رکا میں نے دریافت کیا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک مسافر ہے جو گھوڑے پر مر گیا تھا اور اس کے پاس کچھ نہ تھا' میں نے اس سے بھی کچھ نہ لیا' پھر تیسرے کا انتظار کرنے لگا' اب عشاء کے قریب ایک سردار کی عورت کو لائے' میں نے دفن کر کے پیسے مانگے تو انہوں نے میرے سر پر جوتے مارے اور چلے گئے۔

۱۲:......ابن ابی الدنیا سے روایت ہے کہ ایک شخص ایسے وقت آیا جب کہ مردہ اس کی قبر میں لٹایا جا رہا تھا' تو اس نے کہا کہ جو ماں کے پیٹ میں بچے پر آسانی کرتا ہے وہ تجھ پر بھی آسانی کر سکتا ہے۔

۱۳:......ابن ابی الدنیا سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! قبر کی تاریکی اور تنگی کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جس حال پر ہوتا ہے' اسی حال پر اس کا انتقال ہو جاتا ہے۔

۱۴:......آجری نے کتاب الغرباء میں روایت کیا کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے بحرین میں ایک میت کو غسل دیا تو اس کے گوشت پر لکھا تھا کہ "طوبیٰ لک یا غریب" میں نے غور سے دیکھا تو یہ لکھائی کھال اور گوشت کے درمیان تھی۔

۱۵:...... ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن بن عمارہ سے روایت کیا' انہوں نے کہا کہ میں احنف بن قیس کے جنازے میں شریک ہوا اور ان کی قبر میں اترا تو میں نے دیکھا کہ اس کو حد نگاہ تک فراخ کر دیا گیا ہے تو میں نے ساتھیوں کو بتایا' لیکن جو میں نے دیکھا وہ نہ دیکھ سکے۔

۱۶:......ابوالحسن بن سری نے کتاب کرامات اولیاء میں روایت کیا' حجاج ماہان حنفی کو ان کے دروازے پر سولی دیتا تھا' تو ہم رات کے وقت وہاں روشنی دیکھتے تھے۔

۱۷:......ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ جب نجاشی کا وصال ہوا تو ہم اس کی قبر پر مسلسل نور دیکھتے تھے۔

۱۸:...... ابونعیم نے مغیرہ بن حبیب سے روایت کیا کہ عبداللہ بن غالب دانی ایک جنگ میں شہید ہو گئے' جب ان کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر سے مشک کی مہک آئی۔

ایک مرتبہ ان کے کسی بھائی نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ ہوا؟ کہا کہ بہت اچھا' پھر پوچھا کیا ٹھکانہ ملا؟ کہا جنت' پھر پوچھا کس سبب سے کہا کہ "حسن یقین" اور تہجد کی نماز اور پیاسا رہنا' پوچھا کہ خوشبو تمہاری قبر میں کیسی آتی ہے؟ کہا کہ یہ تلاوت اور روزہ کی وجہ سے ہے۔

۱۹:......احمد نے زہد میں مالک بن دینارؒ سے روایت کیا کہ میں عبداللہ بن غالب کی قبر میں اترا اور اس کی تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لی تو مشک کی طرح تھی' اب لوگ اس قبر کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوئے تو اس کو پاٹ دیا گیا۔

۲۰:......فردوس دیلمی میں ہے کہ آخرت کے انصاف کی پہلی منزل قبر ہے جس میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں۔

۲۱:......ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کی سب سے زائد قابل رحمت حالت وہ ہوتی ہے جب اس کے گھر والے اس کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں۔

۲۲:......ابن ابی الدنیا نے ابو عاصم حنبلی سے مرفوعاً روایت کیا کہ سب سے پہلا تحفہ مومن کو اس کی قبر میں یہ ملتا ہے کہ تو خوش ہو جا کہ جن لوگوں نے تیرے جنازہ کا ساتھ دیا' ان کی مغفرت ہو گئی۔☆☆☆

’’نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن‘‘

مولانا سیّد محمود میاں، لاہور

پورے عالم اسلام میں، ہم مسلمان آپس کی مجلسوں میں جو بات بطور خاص علماء کرام سے سنتے رہتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ’’آخری نبی‘‘ ہونا ہے آپ ’’نبی آخرالزمان‘‘ ہیں، آپ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا، کیونکہ آپ کی ذات پر نبوت کے تمام مراتب کی تکمیل ہوچکی ہے، اس لئے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں، اسلامی عقائد میں دو بنیادی عقیدے ’’توحید و رسالت‘‘ ہیں ان دو عقیدوں پر پورے دین کے دیگر عقائد و تعلیمات کا مدار ہے۔

اپنے اس افتتاحیہ کے بعد مشہور کالم نویس محترم جاوید چوہدری صاحب کی ایک تحریر قارئین کرام کی نظر سے گزاریں گے، پھر آخر میں بطور اختتامیہ چند سطریں قلم بند کریں گے:

’’فرانس میں ایک دن میں ایک کافی شاپ میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ میرے برابر والی ٹیبل پر ایک داڑھی والا آدمی مجھے دیکھ رہا تھا، میں اٹھ کر اس کے پاس جا بیٹھا اور میں نے اس سے پوچھا: کیا، آپ مسلمان ہیں؟ اس نے مسکرا کر جواب دیا: نہیں! میں جارڈن (عرب ملک اُردن) کا یہودی ہوں، میں ربی (یہود کا مذہبی پیشوا) ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔

میں نے پوچھا: تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کر رہے ہو؟ وہ شرما گیا اور تھوڑی دیر سوچ کر بولا: میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں۔

میں نے قہقہہ لگایا اور اس سے پوچھا: تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی؟

اس نے کافی کا لمبا سِپ لیا اور بولا: میری ریسرچ مکمل ہوچکی ہے اور میں اب پیپر لکھ رہا ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ (تحقیق کا حاصل) کیا ہے؟

اس نے لمبا سانس لیا، دائیں بائیں دیکھا، گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا: میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں، یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کرجاتے ہیں لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے۔

یہ جواب میرے لئے حیران کن تھا، میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ بولا: میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، یہ جب بھی اٹھے اور یہ جب بھی لپکے اس کی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی، آپ خواہ اُن کی مسجد پر قبضہ کرلیں، آپ اُن کی حکومتیں ختم کردیں، آپ قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی لگادیں یا آپ اُن کا پورا پورا خاندان ماردیں یہ برداشت کر جائیں گے لیکن آپ جونہی ان کے رسول کا نام غلط لہجے میں لیں گے یہ تڑپ اٹھیں گے اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون، یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے، میں حیرت سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔

وہ بولا: میری فائنڈنگ ہے جس دن مسلمانوں کے دل میں رسول کی محبت نہیں رہے گی، اس دن اسلام ختم ہوجائے گا۔ چنانچہ آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے ان کا ’’رسول‘‘ نکالنا ہوگا، اس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا، اپنا کپڑے کا تھیلا اٹھایا، کندھے پر رکھا، سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا۔

لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں، میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں، کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا، میں جان گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے، اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے، جس دن یہ روح ختم ہوجائے گی اس دن ہم میں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔‘‘

جاوید چوہدری صاحب کی تحریر اگرچہ بہت جاندار ہے اور یہودی کی تحقیق سے جو نتیجہ انہوں نے

اخذ کیا وہ بھی بالکل درست ہے، مگر تاریخ سے آگاہ ایک سچے مسلمان بھائی اور ماہر قلم کار کی حیثیت سے ان کی یہودی ربی کے ہاتھوں تسخیر ہمیں شرما بھی رہی ہے اور ہماری غیرت کو گرما بھی رہی ہے۔

کیا اچھا ہوتا کہ ایک یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھنے کے بجائے پوری امت مسلمہ کے محسن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا محسن جانا ہوتا جنہوں نے اپنی ایمانی فراست کی بنیاد پر فوری فیصلہ اور اس پر بلا تاخیر عمل درآمد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تلوار حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت تیرہ ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عظیم فوجی لشکر مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ سو کلو میٹر دور یمامہ کی طرف روانہ فرما کر ”ختم نبوت“ کے ڈاکو مسیلمہ کذاب اور اس کے چالیس ہزار افراد پر مشتمل فوج کو شکست فاش دی اور تیس ہزار کو تہہ تیغ کیا۔

اور کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ چوہدری صاحب اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھنے کے بجائے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو اپنا حقیقی محسن قرار دیتے جن کو ”ختم نبوت“ کی خدمات پر دربار نبوی سے ”فاز فیروز“ (یعنی جھوٹے نبی اسود عنسی کو جہنم رسید کرکے ”فیروز“ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ) کا تمغہ عنایت ہوا۔

کاش! چوہدری صاحب اس موقع پر یہودی ربی کو لگے ہاتھوں آئینہ دکھا کر بحیثیت ایک سچے مسلمان اپنے حصہ کا قرض بھی چکا دیتے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا جس کا حوالہ تو مجھے نہیں معلوم، البتہ سنجیدہ اور معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ سرسیّد احمد خان صاحب کے ایک بیٹے تھے، محمود ان کا نام تھا والد کی طرح جدت پسند تھے، دانتوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئے، ہندوستان میں ہر قسم کا علاج کیا گیا، مگر فائدہ نہ ہوا بالآخر انگریز نے خصوصی طور پر برطانیہ علاج کے لئے بھیجا، تمام تر معائنوں کے بعد ڈاکٹروں نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ درختوں کی چھال چبایا کریں کیونکہ آپ کے مسوڑھوں میں آکسیجن کی جو قدرتی مقدار ہونی چاہئے وہ کم ہے۔ ڈاکٹر نے دیکھا کہ محمود رو رہا ہے، اس کے آنسو جاری ہیں، حیرت سے پوچھا: تم پڑھے لکھے آدمی ہو، کیوں رو رہے ہو؟ بولا یہ سبق تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ صدیوں پہلے پڑھا دیا تھا، اس سبق کو چھوڑنے کی مجھے یہ سزا مل رہی ہے کہ وہی (مسواک والا) سبق آج برطانیہ میں ایک عیسائی مجھ کو پڑھا رہا ہے۔

نبی کی ذات پردہ کرگئی تو ختم نبوت کے ”چراغ“ نے رہتی دنیا روشنی کا ایسا سورج طلوع کردیا جو کبھی غروب نہ ہوگا تو ”قرآن“ بھی غروب نہ ہوگا، یہ ”دین“ بھی غروب نہ ہوگا، یہ ”امت“ بھی غروب نہ ہوگی، سدا رہے گی خاتم نبوت، خاتم کتاب، خاتم دین، خاتم امت (یعنی آخری نبی، آخری کتاب، آخری دین، آخری امت ہونے کا اعزاز ہمیشہ رہے گا)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون“

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(بشکریہ ماہنامہ انوار مدینہ لاہور، فروری ۲۰۱۸ء)

آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مستحسن اقدام

۹ر فروری جمعہ کو ملک بھر میں یوم تشکر منایا جائے: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

کراچی (پ ر) آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے تاریخی فیصلہ کرتے ہوئے منکرین ختم نبوت قادیانیوں اور مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر پوری مسلم امہ کا سر فخر سے بلند کردیا ہے۔ ختم نبوت بل متفقہ طور پر پاس کرنے پر ہم وزیر اعظم آزاد کشمیر راجہ محمد فاروق حیدر خان اور تمام ممبران اسمبلی کے اس مستحسن اقدام کا خیر مقدم کرتے ہیں اور انہیں تہہ دل سے خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مرکزیہ مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عزیز الرحمن ثانی و دیگر علماء کرام نے اپنے مشترکہ بیان میں کیا۔ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ نے مزید کہا کہ پاکستان اور آزاد کشمیر کے جملہ مکاتب فکر سے درخواست ہے کہ وہ کل خطبہ جمعہ میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں کہ جنہوں نے اسلامیان کشمیر کو آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قبول فرمایا اور اپنے خطبات میں قادیانیوں کو بھی محبت بھرے انداز میں قبول اسلام کی دعوت دیں۔ انہوں نے کہا کہ ۴۵ سال پہلے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کی تھی اور اب قادیانیوں کو مزید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی کے معزز ارکان نے بھی منکرین ختم نبوت کو آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور تاج ختم نبوت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنے والوں کو ذلت و رسوائی اٹھانا پڑی۔ علماء کرام نے کہا کہ آزاد کشمیر اسمبلی کے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے تمام اراکین بل منظور کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور قوم کی طرف سے یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ ریاست اب قادیانیوں کو آئینی اور قانونی طور پر حدود و قیود کے پابند کرنے کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اقلیت کے طور پر انہیں تحفظ بھی دے گی۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دوستوں اور ہم عصروں کے ساتھ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

گزشتہ سے پیوستہ

آپ اپنے رفقاء کے ساتھ اس طرح رہتے تھے کہ گویا آپ ان ہی میں سے ایک ہیں، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، ان کے بچوں کو سلام کرتے تھے، بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور انھیں دعائیں دیتے تھے۔(سنن بیہقی، عن انس، باب ابناء الانصار، حدیث نمبر:۱۹۲۸) حضرت سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں سے کمزور لوگوں کے پاس تشریف لاتے تھے، ان سے ملاقات کرتے تھے، ان کے بیماروں کی عیادت فرماتے تھے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔(مستدرک حاکم، باب تفسیر سورۃ ق، حدیث نمبر:۳۷۳۵) حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیواؤں اور مسکینوں کے لئے چلنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے میں کوئی عار نہیں ہوتا تھا۔(نسائی، باب مایستحب من تقصیر الخطبۃ، حدیث نمبر:۱۴۱۳)

بہت سے لوگ جو دیہاتوں کے رہنے والے تھے، عام طور پر تہذیب ناآشنا ہوتے تھے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں کو بھی خندہ پیشانی سے سہ جاتے تھے، ایک موقع پر ایک دیہاتی شخص نے اس زور سے چادر مبارک کھینچ دی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا، آپ نے صرف اس قدر فرمایا کہ تم اسے بھلے طریقہ پر بھی تو کہہ سکتے تھے۔(بخاری، کتاب فرض الخمس، حدیث نمبر:۳۱۴۹) حضرت جبیر ابن مطعمؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپس ہوئے تھے جب ڈھیر سارا مال غنیمت آیا تھا، لوگوں نے آپ سے مانگتے ہوئے اس قدر دِق کر دیا کہ آپ ایک درخت سے جا لگے، ایک دیہاتی نے چادر مبارک تک کھینچ لی، آپ کھڑے ہوگئے اور ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس ان درختوں کے میدان کے برابر جانور ہوتے تو میں اس کو بھی تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، تم مجھے بخیل، جھوٹا اور بزدل نہیں پاؤ گے۔(صحیح البخاری، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم ....الخ، حدیث نمبر:۳۱۴۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ساتھ نہ صرف مالی جہت سے حسن سلوک کرتے تھے؛ بلکہ ان کو مشورہ میں بھی شامل رکھتے تھے؛ حالاں کہ آپ کا ہر عمل وحی الٰہی پر مبنی ہوتا تھا؛ اس لئے آپ کو مشورہ کی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن اپنے ساتھیوں کی دل داری اور مشورہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے آپ مشورہ فرمایا کرتے تھے، کثرت سے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے: اے لوگو! مجھے مشورہ دو: "اشیروا علیّ ایھا الناس" (مسلم، باب نقض الکعبۃ وبنائھا، حدیث نمبر:۲۰۴) چناں چہ غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کا فیصلہ حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے ہوا؛ بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اپنی رائے پر اپنے رفقاء کی رائے کو ترجیح دیتے تھے، جیسا کہ غزوۂ احد میں ہوا۔(سیرۃ ابن ہشام:۶۰/۲) حالاں کہ بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی رائے درست تھی؛ لیکن کبھی آپ نے ان ساتھیوں پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، جن کے مشورہ پر عمل کیا گیا تھا اور جو بظاہر مسلمانوں کے لئے نقصان کا سبب ہوا۔

جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کی مادی ضرورتوں کا اور دل داری وحسن سلوک کا لحاظ رکھتے تھے، وہیں ان کی دینی تربیت پر بھی متوجہ رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو تیز تیز نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پوری توجہ سے ان کی نماز کا جائزہ لیا اور پھر ان کو اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ نماز پڑھنے کی تلقین کی۔(مسلم، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر:۳۹۷) ایک موقع پر اپنے رفقاء سے فرمایا: جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو، اسی طرح نماز پڑھا کرو: "صلوا کما رایتمونی اصلی" (بخاری، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث نمبر:۲۰۰۸) حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شاید اس کے بعد پھر میرا اور تمہارا حج ایک ساتھ نہ ہو پائے؛ اس لئے مجھ سے ضرور ہی حج کا طریقہ سیکھ لو: "لتاخذوا مناسکم" (مسلم، حدیث نمبر:۱۲۹۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن پڑھوا کر سنا۔(مسلم، حدیث نمبر:۱۰۸) حضرت ابوبکرؓ سے اپنے سامنے ایک مقدمہ کا فیصلہ کروایا۔(کنز العمال:۱۴۸/۵) حضرت معاذ بن جبلؓ کو اجتہاد

کے اصول بتلائے۔(ترمذی، کتاب الاحکام، حدیث نمبر: ۱۳۲۷) حضرت علیؓ کو قضاء کا کام سپرد کرتے ہوئے نئے پیش آنے والے مسائل کے حل کا منہج سمجھایا کہ ان مسائل میں انفرادی رائے قائم کرنے کے بجائے اجتماعی غور وفکر کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔(المعجم الاوسط:۱۶۱۸)

دینی تربیت ہی کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام تر نرمی، رحم دلی، تواضع اور خوش اخلاقی کے باوجود احکام شریعت کے معاملہ میں سختی سے کام لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بہت چاہتے تھے، عرب کے ایک معزز قبیلہ کی ایک خاتون نے چوری کرلی تھی اور اس پر شرعی سزا جاری کرنے کا مسئلہ تھا، حضرت اسامہؓ نے اس کے حق میں سفارش کی، تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے نہ صرف ان کو تنبیہ کی؛ بلکہ اس موقع سے خطبہ بھی ارشاد فرمایا: گزشتہ قومیں اسی بنیاد پر ہلاک کردی گئیں کہ ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو لوگ انہیں چھوڑ دیتے اور کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر سزا جاری کرتے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔(بخاری، باب حدیث الغار، حدیث نمبر:۳۴۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا بھی خیال رکھتے کہ اگر اپنے رفقاء کے درمیان کوئی رنجش پیدا ہوجائے تو اسے دور فرمادیں، ایک بار تو ایسا ہوا کہ آپ قبیلہ بنوعوف میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اور اس کوشش میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو آگے بڑھادیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں آکر شریک ہوئے۔(بخاری، عن سھل ابن سعد ساعدی، باب من دخل لیوم من الناس ....الخ، حدیث نمبر:۶۸۴) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کے درمیان، مہاجرین وانصار کے درمیان، اور انصار کے دو قبائل اوس وخزرج کے درمیان اختلاف کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی اور میل ملاپ کے ماحول کو باقی رکھنے کا سبق دیا۔

اپنے احباب کے ساتھ اس حسن سلوک کا نتیجہ تھا کہ ہر صحابی کا دل آپ کی محبت سے لبریز ہوتا، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بعض لوگ وہ تھے، جو دنیاوی مفاد کے لئے اسلام قبول کرتے تھے؛ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو مسلمان ہونا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے عزیز تر ہوجاتا تھا۔(مسلم، باب ما سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئا قط، فقال: لا، وکثرۃ عطائہ، حدیث نمبر:۲۱۳۲)

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات اپنے دوستوں، بے تکلف ساتھیوں، ہم عمروں اور رفقائے کار کے ساتھ خوش گوار برتاؤ کی ایک بہترین مثال ہے!

☆☆..................☆☆

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات پر مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم کے چند جملے

’’ان کی موت محض ایک عالم ہی کی موت نہیں ہے، ایک محقق تاریخ نگار، اور ادیب ہی کی موت نہیں ہے، اور نہ ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا وہ تنہا ہندوستان یا پاکستان ہی سے متعلق ہے، ان کی موت سے علم ووقار مجروح ہوا ہے، شائستگی اطوار متاثر ہوئی ہے، ایک خاص قسم کی تہذیب اور رکھ رکھاؤ کو نقصان پہنچا ہے، یہ کہنا کسی طرح غلط نہیں ہے سارے عالم اسلام میں اس کے صدمے کو محسوس کیا جائے گا، سید صاحب کے اٹھ جانے سے علم وشہرت کے کن کن گوشوں کو نقصان پہنچا ہے، اس کا صحیح اندازہ تو آئندہ حالات ہی سے ہوگا، جب علمی ضرورتیں للکاریں گی اور کوئی سلیقہ اور بھروسہ کا آدمی نہیں ملے گا، اس وقت بس اتنا ہی سمجھ لیجئے کہ ایک عرصہ تک ادب وعلم کی بزم آرائیاں ان کے بغیر بے کیفی اور بے رنگی سے دوچار رہیں گی۔

یوں تو ہمارے ہاں خدا کے فضل سے علماء کی کمی نہیں، بہتیرے ایسے ہیں جن کی شعلہ مقالی سے گرمی محفل کا سامان بہم پہنچ جاتا ہے، اور ملک میں اچھی خاصی ہلچل مچ جاتی ہے، جن کے قلم کی جنبشوں سے کتابوں کے انبار لگ جاتے ہیں، اور حجم وضخامت کی دنیا میں طوفان آجاتا ہے، جن کے جبہ وعبا کی ہر ہر شکن زہد وتقدس کی ضامن ومتکفل ہے، مگر ان میں وہ کون ہے جو سید صاحب کی سی متانت وخاموشی رکھتا ہو، اور بغیر کسی ادعا اور ڈھول پیٹنے کے ایسے ایسے جلیل القدر کام کر جاتا ہو کہ ان پر فخر کیا جاسکے، قحط الرجال کے اس دور میں جب کہ ہر طرف سطحیت اور اتھلے پن کا دور دورہ ہے، اور ایسے اہل قلم کا افسوس ناک حد تک فقدان ہے، جن کی طرف پورے اعتماد وبھروسہ کے ساتھ دیکھا جاسکے، سید صاحب کا داغ مفارقت دے جانا ایسا حادثہ ہے جس کو آسانی سے نہیں بھلایا جائے گا۔‘‘ (حیات سلیمان کے چند گوشے)

انتخاب: مولانا سید محمد زین العابدین، کراچی

تبلیغی ودعوتی اسفار

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

جامع مسجد انارکلی میں خطبہ جمعہ: مرکزی جامع مسجد انارکلی کے بانی مولانا محمد ابراہیم ڈنڈے والے تھے۔ موصوف مجلس احرار اسلام، جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہی خواہ میں سے تھے۔ آپ نے اپنے زمانہ میں ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ لاہور میں اہل حق کے نمائندہ و آواز تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے اکلوتے فرزند ارجمند مولانا میاں عبدالرحمٰنؒ مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ موصوف اپنے والد کی روایات کے امین تھے۔ اہل حق کی تمام جماعتوں سے وابستہ رہے۔ آپ نے شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاںؒ، مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، جیسی جبال العلم شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے کیا اور اپنے والد کے بعد مرکزی جامع مسجد انارکلی کے خطیب مقرر ہوئے۔ قرآن پاک خوبصورت انداز میں صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے۔ راقم الحروف کو ۱۹۹۰ء سے ان کی وفات تک نیاز مندی حاصل رہی۔ راقم جب حاضر ہوتا نماز اور درس کا حکم فرماتے۔ آپ نے روڈ ایکسیڈنٹ میں ۱۲/اکتوبر دو ہزار گیارہ کو ایبٹ آباد میں اللہ، اللہ کرتے اور سورۂ یٰسین اور دیگر سورتوں کی تلاوت کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ آپ کے بعد آپ کی بیٹوں مولانا محمد میاں، احمد میاں، محمود میاں نے جامع مسجد انارکلی کی امامت وخطابت کو سنبھالا ہوا ہے۔ بڑے عرصہ کے بعد جامع مسجد انارکلی میں لاہور ۵/جنوری کا خطبہ دیا۔

حضرت حاجی صغیر احمد مدظلہ کی خدمت میں: موصوف برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے خلفاء میں سے ہیں چوبرجی لاہور کے علاقہ میں قائم خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے فرزند گرامی مولانا انیس احمد مظاہری نے مسجد کے ملحق مدرسہ سنبھالا ہوا ہے۔ دوسرے فرزند ارجمند حافظ خلیل احمد انارکلی میں مدینہ اسٹیشنری کے نام سے دکان چلاتے ہیں۔ ایک عرصہ پہلے تھوڑے وقفہ کے ساتھ آپ کے یکے بعد دیگرے دو نوجوان بیٹے شہید کردیئے گئے۔ ایک فرزند کی شہادت کے موقع پر غالباً سفر حج پر تھے۔ راقم تعزیت کے لئے حاضر ہوا تعزیتی کلمات کہے حضرت والا کو راضی برضا اللہ پایا۔ راقم نے کہا کہ ملک عزیز کی باگ ڈور قادیانیوں اور روافض کے ہاتھوں میں ہے۔ اہل حق اور اہل سنت کا تو کوئی حق معلوم نہیں ہوتا۔ تو فرمانے لگے کہ قیامت کے دن ہم سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ حکومت کے ایوانوں پر کس کا قبضہ تھا۔ ہم سے یہ سوال ہوگا کہ اپنا فرض ادا کیا تھا یا نہیں۔ بڑا عرصہ ہوا کہ حضرت والا کی زیارت وملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اللہ پاک مولانا عزیز الرحمٰن ثانی سلمہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے میری استدعا کو قبول فرمایا اور حضرت حاجی صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہیں ۱۰/مارچ کو بادشاہی مسجد لاہور میں ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کے متعلق رپورٹ پیش کی۔ حضرت موصوف نے نہ صرف خوشی کا اظہار فرمایا بلکہ کانفرنس کی کامیابی اور قبولیت کے لئے دست دعا بلند کردیے۔

انبیاء علیہم السلام اوران کے کسب حلال

حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کتابت اور درزی کا کام کیا کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی تراش کر کشتی بنائی جو کہ بڑھئی کا پیشہ ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام (زنبیل) ڈولیا بناتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھیتی اور تعمیر کا کام کیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بناتے اور شکار کرتے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کی تجارت کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی سال تک بکریاں چرائی ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام بھی تجارت کرتے تھے۔ حضرت یسع کھیتی باڑی کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل بناتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی فرمائی۔

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

فیصل آباد (مولانا عبدالرشید غازی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ۱۱،۱۲؍جنوری دو روزہ دورہ پر فیصل آباد تشریف لائے۔ ۱۱؍جنوری اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کی زیارت کے لئے جامعہ عبیدیہ میں گئے۔ حضرت اقدس کراچی کے سفر کے لئے ایئر پورٹ پر تشریف لے جاچکے تھے، لیکن جامعہ کے اساتذہ کرام مولانا غلام محمد، مولانا ندیم احمد القاسمی، مولانا عبدالقادر، مولانا محمد طیب سے ملاقات کی اور تھوڑی دیر جامعہ میں رہے۔

مولانا فضل امین کی تعزیت: مولانا فضل امین ضلع اٹک کے مردم خیز علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ اور گوجرانوالہ میں حاصل کی، جبکہ دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور میں ۱۹۶۳ء میں کیا۔ جہاں حضرت مولانا رسول خانؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ جیسی جبال العلم شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات سمیٹے۔

دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد دو سال تک جامعہ اسلامیہ قصور میں مدرس رہے۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے حکم پر جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد میں تشریف لے آئے اور ۴۳ سال تک جامعہ کے استاذ رہے۔ جامعہ اور مولانا فضل امین لازم و ملزوم سمجھے جاتے ہیں۔ مولانا ضیاء القاسمیؒ کی وفات کے بعد ''دارالارشاد'' کے نام سے ادارہ قائم کیا، جہاں بنات کو دورۂ حدیث شریف تک تعلیم دی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے، وقت موعود آن پہنچا اور جان جان آفریں کے سپرد کی، پسماندگان میں دو بیٹے اور چھ بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔

بڑے بیٹے مولانا امین الحق آپ کے جانشین قرار پائے اور جامعہ دارالارشاد کے مہتمم اور دوسرے بیٹے مولانا روح الامین نائب مہتمم بنائے گئے۔

مولانا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے بانیان سے والہانہ تعلق رکھتے تھے، جبکہ مجلس کے مبلغین مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا خدا بخشؒ اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی سے دوستانہ مراسم تھے، جب بھی ملاقات ہوتی مجلس اور مجلس کے رفقاء کا فرداً فرداً پوچھتے، اگر کسی ساتھی کے دکھ تکلیف کا سنتے تو پریشان ہوجاتے، سینے میں دردمند دل رکھتے تھے، جو امت کے غم میں ہروقت غمگین ہوجاتا۔ اللہ پاک ان کے حسنات کو قبول فرمائیں۔ جامعہ دارالارشاد اور ان کے فرزندان گرامی ان کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوں۔ آمین یا اللہ العالمین۔

مولانا ضیاء القاسمیؒ کی قبر پر حاضری: استاذ محترم مولانا شجاع آبادی نے فرمایا کہ عرصہ ہوا حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے مقبرہ پر حاضری نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضرت مولانا کی قبر پر حاضری دی اور دعائے مغفرت کی۔

خطبہ جمعہ: استاذ محترم نے جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد محمدیہ گلی نمبر ۲۵ نثار کالونی سمن آباد میں دیا اور مسجد کے متولی حاجی محمد مشتاق سے ان کے بھائی محمد اشفاق کی وفات پر تعزیت کی۔ محمد اشفاق صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شریف انسان تھے، تقریباً ۴۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت مولانا سیّد فاروق ناصر کی خدمت میں: حضرت موصوف ہمارے مرکزی نائب امیر حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز ہیں، شہزاد کالونی میں سادات دواخانہ کے نام سے مطب اور خانقاہ بھی چلا رہے ہیں۔ دکھی انسانیت کی جسمانی اور روحانی علاج سے خدمت کرتے ہیں۔ ان کے فرزند ارجمند، مجلس فیصل آباد کے راہنما مولانا سیّد خبیب احمد شاہ کے حکم پر خانقاہ میں منعقد ہونے والی ہفتہ وار مجلس درود شریف میں شرکت کی اور فضائل درود شریف کے عنوان پر مختصر خطاب بھی فرمایا اور حضرت فاروق ناصر شاہ صاحب جو ایک عرصہ سے گردوں کے مریض چلے آرہے ہیں اور ڈائلاسز پر ہیں کی خدمت میں حاضری دی اور حضرت شاہ صاحب مدظلہ سے دعائیں لیں۔

ختم نبوت اور عظمت اہلبیت کانفرنس میں شرکت: حضرت مولانا سیّد فاروق ناصر شاہ مدظلہ کے بھائی سیّد احمد علی شاہ نے جامع مسجد ابوبکر صدیق کے نام سے مسجد تعمیر کی۔ جامعہ عبیدیہ کے استاذ اور ناظم تعلیمات مولانا محمد طیب عباسی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ انہوں نے اپنی جامع مسجد میں ۱۲؍جنوری عشاء کی نماز کے بعد مذکورہ بالا عنوان پر محفل منعقد کی۔ محفل سے جامعہ عبیدیہ کے استاذ الحدیث مولانا غلام محمد مدظلہ اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت، حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر خطاب فرمایا۔

معروف مناظر مولانا محمد اسماعیل محمدیؒ کے بھائی مولانا محمد ابراہیم محمدی، مولانا احسان اللہ صدیقی نے عظمت اہلبیت رسول کے عنوان پر خطاب کیا۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔ سیّد احمد علی شاہ معروف احراری راہنما مولانا سیّد فضل الرحمن احرارؒ سلانوالی کے داماد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کے ہم زلف ہیں۔ کانفرنس میں مولانا سیّد خبیب احمد شاہ، مولانا سیّد سنبل شاہ صاحب سمیت علاقائی علماء کرام نے شرکت کی اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا محمد طیب عباسی نے سرانجام دیئے۔

قاری زرین احمد خان کا سانحہ ارتحال

ہمارے خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ آپ نے ملک بھر میں کئی ایک حضرات کو بیٹا بنایا ہوا تھا اور کئی ایک بیٹیاں۔ جسے ایک مرتبہ بیٹا کہہ دیا، اسے بیٹے والے پروٹوکول دیئے، محبت دی۔ اس کے دکھ سکھ کو اپنا دکھ سکھ سمجھا۔ حضرت قاضی صاحبؒ کے ان بیٹوں میں سے ایک فرزند مولانا قاری زرین احمد خانؒ تھے۔ جو جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے استاذ اور ناظم رہے، فرماتے تھے کہ میں نے ابتدائی تعلیم خانقاہ سراجیہ میں حاصل کی۔ قاضی صاحب بھی اس راستہ سے راولپنڈی، اسلام آباد، پشاور کے لئے سفر فرماتے تو مجھے خط لکھ دیتے کہ فلاں گاڑی سے راولپنڈی کی طرف جارہا ہوں کندیاں اسٹیشن پر آ کر ملو۔ ایک مرتبہ فرمایا: زرین تیری شادی ہوئی؟ میں نے نفی میں جواب دیا، تو راولپنڈی جامعہ فرقانیہ کے مہتمم اور سابق ایم این اے مولانا عبدالحکیمؒ کے ہاں تشریف لے گئے۔ علیک سلیک، خیر خیریت اور اعزاز و اکرام کے بعد مولانا عبدالحکیمؒ نے تشریف آوری کا مقصد پوچھا تو فرمایا کہ میں اپنے بیٹے کے لئے رشتہ مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ مولانا موصوف جانتے تھے کہ قاضی صاحبؒ کی تو نرینہ اولاد نہیں، پوچھا کہ میں نہیں سمجھا کہ کس شخصیت کے لئے رشتہ مطلوب ہے۔ جسے آپ اپنا بیٹا قرار دے رہے ہیں تو فرمایا قاری زرین احمد کے لئے تو موصوف کی شادی کا ذریعہ قاضی صاحبؒ بنے۔ قاری زرین احمد خان نے کئی ایک خطوط دکھلائے جو اگرچہ ذاتی نوعیت کے تھے، جن میں قاری صاحبؒ کے گھریلو اور ذاتی معاملات میں مشورے تھے۔ اللہ پاک قاری صاحبؒ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے بھی اس تعلق کو خوب نبھایا۔ قرب و جوار میں قاضی صاحبؒ جہاں تشریف لاتے قاری زرین احمدؒ خادم کی حیثیت سے پہلے موجود ہوتے یا رفیق سفر ہوتے۔ فرمانے لگے کہ میں خانقاہ سراجیہ میں زیر تعلیم تھا اور میری شادی بھی ہوگئی تو حضرت قاضی صاحبؒ کا خط آیا کہ فلاں گاڑی سے گزر رہا ہوں تازہ چھولے (چنے) ایک پاؤ گوشت میں پکوا کر اسٹیشن پر پہنچیں۔ ورنہ گیارہ گنا (جرمانہ) لگے گا۔ بہرحال قاضی صاحبؒ نے شفقت پدری کو خوب نبھایا۔

قاری زرین احمدؒ نے جامعہ فرقانیہ میں نصف صدی سے زائد تدریس اور انتظام کی ذمہ داری نبھائی اور خوب نبھائی۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک عرصہ تک ضلعی ناظم اعلیٰ رہے، بعدازاں نائب امیر اور تاحیات نائب امیر کے منصب پر فائز رہے۔

حکیم محمد یونس چشتی نقشبندیؒ جامعہ فرقانیہ کے قریب وارث خان روڈ راولپنڈی پر مطب کرتے تھے اور حکیم صاحب لاولد تھے۔ انہوں نے اپنے مطب والی عمارت میں ختم نبوت کا دفتر قائم کیا جو مبلغ بن کر آتے وہ اسی مطب والی عمارت میں رہتے۔ ایک مرتبہ بندہ راولپنڈی گیا۔ حکیم صاحب سے ملاقات ہوئی فرمانے لگے: ''اچھا ہوا آپ تشریف لائے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ فوٹو گرافر بلالئے جائیں اور میں دفتر کی چابیاں مبلغ صاحب کو پیش کروں۔'' میں نے ان کی رائے کی تحسین کی تو حضرت مولانا قاضی مشتاق احمد مدظلہ جو مجلس راولپنڈی کے امیر ہیں اور مولانا قاری زرین احمد ناظم اعلیٰ تھے۔ فوٹو گرافر کو بلایا گیا۔ حضرت قاضی مشتاق احمد مدظلہ کی صدارت میں تقریب منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی کا اعزاز راقم کو بخشا گیا۔ ہماری موجودگی میں مولانا زاہد وسیم سلمہ جو اس وقت مجلس راولپنڈی کے مبلغ تھے، انہیں چابیاں دی گئیں اور تصاویر اخبارات کو بھی بھیجی گئیں۔ اس طرح یہ ایک یادگار تقریب ہوئی، جس کا آگے چل کر مجلس کو بہت فائدہ ہوا۔ چند ماہ پہلے آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا تو مولانا محمد طیب مبلغ اسلام آباد کی رفاقت میں تعزیت کے لئے حاضری ہوئی۔ اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنی رہائش بیٹھک (حجرہ) میں رکھی ہوئی تھی تاکہ ملنے جلنے والوں کو ملاقات میں راحت و آسانی ہو، اس دن احساس ہوا بقول مولانا تاج محمودؒ فیصل آباد ''بڑھاپے میں جس کی بیوی فوت ہوجائے وہ یتیم ہوجاتا ہے۔''

۴؍جنوری ۲۰۱۸ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فاضل مبلغ مولانا محمد طیب زیدہ مجدہ نے آپ کی وفات کی اطلاع دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ اٹھتر سال کے پیٹے میں ہوں گے۔ پسماندگان میں ایک فرزند ارجمند قاری محمد زبیر چھوڑا ہے۔

آپ ۱۹۵۵ء سے جامعہ فرقانیہ میں تدریس و انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ وفات کے روز بھی مسلم شریف کا سبق پڑھایا۔ آپ نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد سے مسلسل جامعہ فرقانیہ میں تقریباً ۵۲ سال خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا اصلاحی تعلق خانقاہ سراجیہ سے تھا۔ شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نور اللہ مرقدہ پر دل و جان سے فدا تھے۔ حضرت والا بھی بہت محبت فرماتے تھے۔ حضرت والا کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ مولانا خلیل احمد مدظلہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ رمضان المبارک میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے صحت کے زمانہ تک تراویح میں تین ختم ہوتے تھے۔ ہر دس دن میں ختم قرآن ہوتا، ایک ختم ہر سال قاری زرین احمدؒ کرتے، معمولی بیمار ہوئے۔ ۴؍جنوری کو انتقال ہوا، آپ کی نماز جنازہ میں سینکڑوں سے متجاوز علماء، قرأ، حفاظ اور مشائخ نے شرکت کی اور آپ کو خیابان سرسید کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱۴)

حافظ عبید اللہ

اسی طرح پاکٹ بک میں آگے لکھا ہے:

’’اسی طرح اس روایت کا ایک اور راوی احمد بن ابراہیم بھی ضعیف ہے دیکھو لسان المیزان ج 1۔پس من السماء حجت نہیں۔‘‘

(مرزائی پاکٹ بک،صفحہ 228)

یہاں بھی انتہائی دجل وفریب کا مظاہرہ کیا گیا ہے ، اس روایت میں جو احمد بن ابراہیم ہیں وہ ﴿الشیخ المحدث المتقن ابوعبداللہ احمد بن ابراھیم ابن ملحان البلخی ثم البغدادی﴾ ہیں،یہ امام یحییٰ بن بکیر کے ساتھی تھے ان کی وفات سنہ 290ہجری میں ہوئی۔(دیکھیں سیر اعلام النبلاء، جلد 13صفحہ 533)، نہ جانے مرزائی مربی نے کس احمد بن ابراہیم کا ذکر کرکے ضعیف ہونے کا فتویٰ لگادیا ہے ؟، لسان المیزان میں تو احمد بن ابراہیم نام کے تقریباً 20راویوں کا ذکر ہے ، پاکٹ بک والے ’’مرزائی محقق‘‘ نے کس کا ذکر کیا ہے اسے بھی نہیں پتہ۔ پھر اسی صفحے پر لکھتا ہے ’’علاوہ ازیں اس روایت کا راوی یحییٰ بن عبداللہ ہے اس کے متعلق لکھا ہے قال ابوحاتم لا یحتج بہ، وقال النسائی ضعیف لیس بثقة ، قال یحییٰ لیس بشيء ،تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال‘‘۔

دوستو! امام بیہقی کی سند میں کوئی بھی راوی یحییٰ بن عبداللہ نام کا نہیں ہے یہ پاکٹ بک کے مصنف کا صریح جھوٹ ہے،اب آگے دیکھیے کیا لکھتا ہے:

’’اس روایت کا ایک راوی یونس بن یزید بھی ضعیف ہے، یہ روایت یونس بن یزید نے ابن شہاب زہری سے لی ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ یونس کی ان روایات میں جو اس نے زہری سے روایت کی ہیں منکرات ہیں، ابن سعد کہتے ہیں کہ یونس حجت نہیں ہے، اور وکیع کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب تھا، اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ یہ کبھی کبھی تدلیس سے کام لیا کرتا تھا۔ بحوالہ تہذیب والتہذیب ومیزان الاعتدال، پس اس روایت میں من السماء کے الفاظ کی ایزادبھی اس کے حافظے کی غلطی یا تدلیس کا نتیجہ ہوسکتی ہے۔‘‘

(مرزائی پاکٹ بک،صفحہ 228)

دوستو! یہ یونس بن یزید صحیح بخاری کے راوی ہیں اور امام بخاری نے جو مشہور حدیث روایت کی ہے ﴿کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم﴾ (صحیح البخاری:حدیث نمبر 3449) جس سے مرزا غلام احمد اور اس کے امتی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آنے والے ابن مریم نے اسی امت میں پیدا ہونا تھا اور بیہقی کی روایت میں من السماء کے لفظ کو غلط ثابت کرنے کے لئے بخاری کی اسی روایت کا سہارا لیا جاتا ہے وہ روایت بھی انہی یونس بن یزید نے انہی ابن شہاب زہری سے روایت کی ہے، لیکن یہاں بیہقی کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مرزائی مربی نے بخاری کی اس روایت کو بھی ناقابل اعتبار ثابت کردیا جو وہ اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، بخاری کی اسی روایت کو لے کر مرزائی یہ بھی کہتے ہیں کہ دیکھو امام بخاری نے اپنی روایت میں ’’من السماء‘‘ کے الفاظ روایت نہیں کئے لہذا ثابت ہوا کہ بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ بعد میں اضافہ کردے گئے۔اب اگر میں کہوں کہ بخاری کی روایت میں یونس بن یزید حافظے کی خرابی کی وجہ سے ’’من السماء‘‘ کے لفظ بھول گئے جو انہوں نے بیہقی کی روایت میں یاد آنے پر بیان کردیے تو مرزائی مربیوں کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟ (واضح رہے کہ یونس بن یزید صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راوی ہیں ان کی توثیق بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں)۔

قارئین محترم! آپ نے دیکھا کہ ملک عبدالرحمٰن خادم نے لکھا کہ ’’بعض جاہل امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات سے یہ حدیث پیش کردیا کرتے ہیں‘‘ ،جبکہ درحقیقت وہ خود نہ صرف جاہل ثابت ہوا بلکہ نہایت بے شرمی کے ساتھ جھوٹ بھی بولتا ہے۔

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
یہ ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب میں

مرزا قادیانی کا حدیث میں آسمان سے نازل ہونے کے ذکر کا اقرار

یہ بات خود مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے چنانچہ وہ خود ایک جگہ لکھتا ہے:

"مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے نازل ہوں گے تو اُن کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔ اس لفظ کو ظاہری لباس پر حمل کرنا کیسا لغو خیال ہے۔" (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ3،صفحہ 142)

آپ پوری صحیح مسلم پڑھ ڈالئے آپ کو کہیں بھی آسمان سے نازل ہونے کے الفاظ نہیں ملیں گے، وہاں صرف "نزول" کے الفاظ ہیں، لیکن مرزا قادیانی کی تحریر آپ کے سامنے ہے، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ مرزا بھی مانتا تھا کہ احادیث میں جہاں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے اس سے مراد آسمان سے نازل ہونا ہی ہے، اب مرزا کی یہ تحریر پڑھیں:

"اسی وجہ سے اس کے حق میں نبی معصوم کی پیشگوئی میں یہ الفاظ آئے کہ وہ آسمان سے اترے گا۔" (آئینہ کمالات اسلام، رخ5،صفحہ 268)

"آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اُترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہونگی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں، ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔" (ملفوظات، جلد5،صفحہ 33)

مرزا قادیانی انہی احادیث کی طرف اشارہ کر رہا ہے جن کے اندر حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے اور صاف لکھ رہا ہے کہ اس پیشگوئی میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ آسمان سے اترے گا (یہ الگ بات ہے کہ آگے مرزا نے آسمان سے اترنے کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ علم آسمان سے حاصل کرے گا زمین سے کچھ حاصل نہیں کرے گا اور زرد چادروں سے مراد اپنی بیماریاں لے رہا ہے)، لیکن بہرحال آسمان سے اترنے کو وہ تسلیم کر رہا ہے، پھر نہ جانے وہ بعد میں یہ چیلنج کیوں دیتا رہا کہ کسی حدیث میں آسمان سے نازل ہونے کا لفظ نہیں؟ شاید اسی موقع کے لئے کسی نے کہا ہے کہ: "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" (جھوٹے کی یادداشت نہیں ہوتی)

حدیث نمبر 3

یہ حدیث خود مرزا قادیانی نے اپنی ایک کتاب میں دو جگہ نقل کی لیکن جان بوجھ کر اس میں سے "من السماء" کے الفاظ حذف کردیے، مرزا قادیانی نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو کسی ظاہری ہتھیار سے قتل نہیں کریں گے بلکہ وہ روحانی ہتھیار ہوگا ایک حدیث اپنی دلیل میں پیش کی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حافظ ابن عساکرؒ نے تاریخ مدینۃ دمشق المعروف بہ تاریخ ابن عساکر (جلد 47،صفحہ 504 طبع دارالفکر بیروت) میں نقل کی ہے اور امام علی المتقیؒ نے کنزل العمال میں ابن عساکر کے حوالے سے بیان کی ہے (حدیث نمبر 39726)، لیکن مرزا نے اس حدیث کے یہ الفاظ نقل کیے:

"کما یدل علیه حدیث رُوی عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل أخی عیسیٰ بن مریم علی جبل أفیق اماماً هادیاً حَکَماً عدلاً بیده حربة یقتل به الدجّال" جیسا کہ اس بات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: "میرے بھائی مریم کے بیٹے عیسیٰ! جبل اُفیق پر نازل ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں ایک حربہ (ہتھیار) ہوگا جس سے وہ دجال کو قتل کریں گے۔" (حمامۃ البشریٰ، رخ6،صفحہ 314، اور اس سے دو صفحے پہلے رخ6،صفحہ 312)

دوستو! اس روایت کے اصل الفاظ یوں ہیں

"ینزل أخی عیسیٰ بن مریم من السماء......"

میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے، لیکن مرزا نے دو بار یہ حدیث لکھی اور دونوں بار تحریف کرتے ہوئے اس میں سے "من السماء" کے لفظ اڑا دیے۔

تاریخ ابن عساکر کی اس روایت کے بارے میں قادیانی مربی کبھی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی سند نہیں (جبکہ تاریخ ابن عساکر میں اس کی پوری سند مذکور ہے) کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا اس روایت کو اپنے حق میں بطور دلیل پیش کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے ہاں یہ روایت سو فیصد صحیح تھی کیونکہ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ:

"خدا نے مجھے مسیح موعود مقرر کر کے بھیجا ہے اور مجھے بتلا دیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے۔" (اربعین نمبر4، رخ17،صفحہ 454)

اب ظاہر ہے مرزا نے جان بوجھ کر ایک ضعیف حدیث تو اپنی دلیل میں پیش نہ کی ہوگی؟ اسے اس کے خدا نے ضرور بتایا ہوگا کہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت صحیح ہے۔

مرزا قادیانی کا حق کو قبول کرنے کا وعدہ جو وفا نہ ہوا

ہم نے صحیح مرفوع متصل احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے الفاظ دکھا کر مرزا کا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت کر دیا کہ کسی حدیث میں آسمان کا لفظ نہیں، یاد رہے مرزا قادیانی نے ایک اقرار بھی کیا تھا:

"وانما نحن مناظرون فی امر نزول المسیح من السماء، ولا نسلم أنه ثابت من الکتاب والسنة، وان کان ثابتاً فلا ینبغی لنا ولا لأحد أن یأبی ویمتعض من قبوله، فانه لا یفر من قبول الحق الا ظالم مُعتد لا یحب الصداقة، او ضال جاهل لا یعرف قدرها" ... بے شک ہم حضرت مسیح کے آسمان سے نازل ہونے کے معاملے میں مناظرہ کرتے ہیں اور ہم تسلیم

نہیں کرتے کہ وہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور اگر ثابت ہو جائے تو پھر نہ ہمارے لئے اور نہ کسی اور کے لئے اس بات کی کوئی گنجائش رہتی ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے سے فرار اختیار کرے، کیونکہ قبول حق سے فرار یا تو زیادتی کرنے والا ظالم اختیار کرتا ہے جو سچ کو پسند نہیں کرتا یا ایسا گمراہ جاہل فرار اختیار کرتا ہے جو حق کی قدر نہیں جانتا۔۔۔

(حمامۃ البشریٰ، رخ6، صفحہ 206)

نوٹ: مرزا نے اپنی اس عربی تحریر میں ایک لفظ لکھا ہے ”لا یحب الصداقۃ“ جس کا ترجمہ عبارت کے سیاق وسباق کے لحاظ سے یہ بنتا ہے کہ جو صدق اور سچائی کو پسند نہیں کرتا، یعنی لفظ ”صداقۃ“ مرزا نے اپنی طرف سے سچائی کے معنی میں استعمال کیا ہے، اگر ایسا ہی ہے تو یہ بھی مرزا کی بہت بڑی غلطی ہے، عربی زبان میں سچ یا سچائی کے لئے لفظ ”صدق“ آتا ہے اور ”صداقۃ“ کا معنی ہوتا ہے دوستی، مرزا کی عادت تھی کہ وہ پنجابی اور اردو کے الفاظ کی عربی بناتے ہوئے ایسی غلطیاں کیا کرتا تھا جن کی ایک جھلک باب سوم میں آئے گی، چونکہ اردو میں صداقت کا لفظ سچائی کے لئے بولا جاتا ہے، اس لئے مرزا نے یہی لفظ عربی میں بھی اسی معنی میں استعمال کیا۔

بہر حال اوپر پیش کی گئی تحریر میں مرزا قادیانی نے اقرار کیا ہے کہ اگر کتاب وسنت سے حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان سے نزول ثابت ہو جائے تو وہ حق کو قبول کرے گا کیونکہ حق کو قبول کرنے سے پہلو تہی کرنے والا ظالم، گمراہ اور جاہل ہوتا ہے، ہم نے صحیح مرفوع متصل احادیث شریفہ سے آسمان سے نازل ہونے کے الفاظ ثابت کئے، اور جیسا کہ گذرا امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات تو مرزا کی موت سے 13 سال پہلے ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی جس میں صحیح سند کے ساتھ وہ حدیث موجود ہے جس میں آسمان سے نازل ہونے کے الفاظ موجود ہیں، آج تک اس حدیث شریف کے بارے میں کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ یہ صحیح نہیں یا مرفوع نہیں یا متصل نہیں، مرزا قادیانی تو دنیا سے چلا گیا، اس کے پیروکاروں کو اپنے پیشوا کی حق کو قبول کرنے کی نصیحت پر عمل کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو ظالم، گمراہ اور جاہل ہونے سے بچانا چاہئے۔

مرزا قادیانی کا بزرگان امت پر جھوٹ

• مرزا قادیانی نے اپنے غلط عقیدے کے حق میں وزن پیدا کرنے کے لئے حسب عادت چند اکابرین امت پر جھوٹ بھی بولے ہیں، چنانچہ اس نے لکھا:

”پھر ماسوا اس کے امام مالک جیسا امام عالم حدیث وقرآن ومتقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت شان محتاج بیان نہیں قائل وفات مسیح ہیں۔ اسی طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے، وفات مسیح کے قائل ہیں۔ ایسا ہی فاضل ومحدث ومفسر ابن تیمیہ وابن قیم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں......الخ۔“

(کتاب البریہ، رخ13، صفحہ 221 حاشیہ)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے امام مالکؒ، امام ابن حزمؒ، امام بخاریؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور امام ابن القیمؒ کا نام لے کر یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ سب اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، آیئے دیکھتے ہیں حقیقت کیا ہے۔

(جاری ہے)

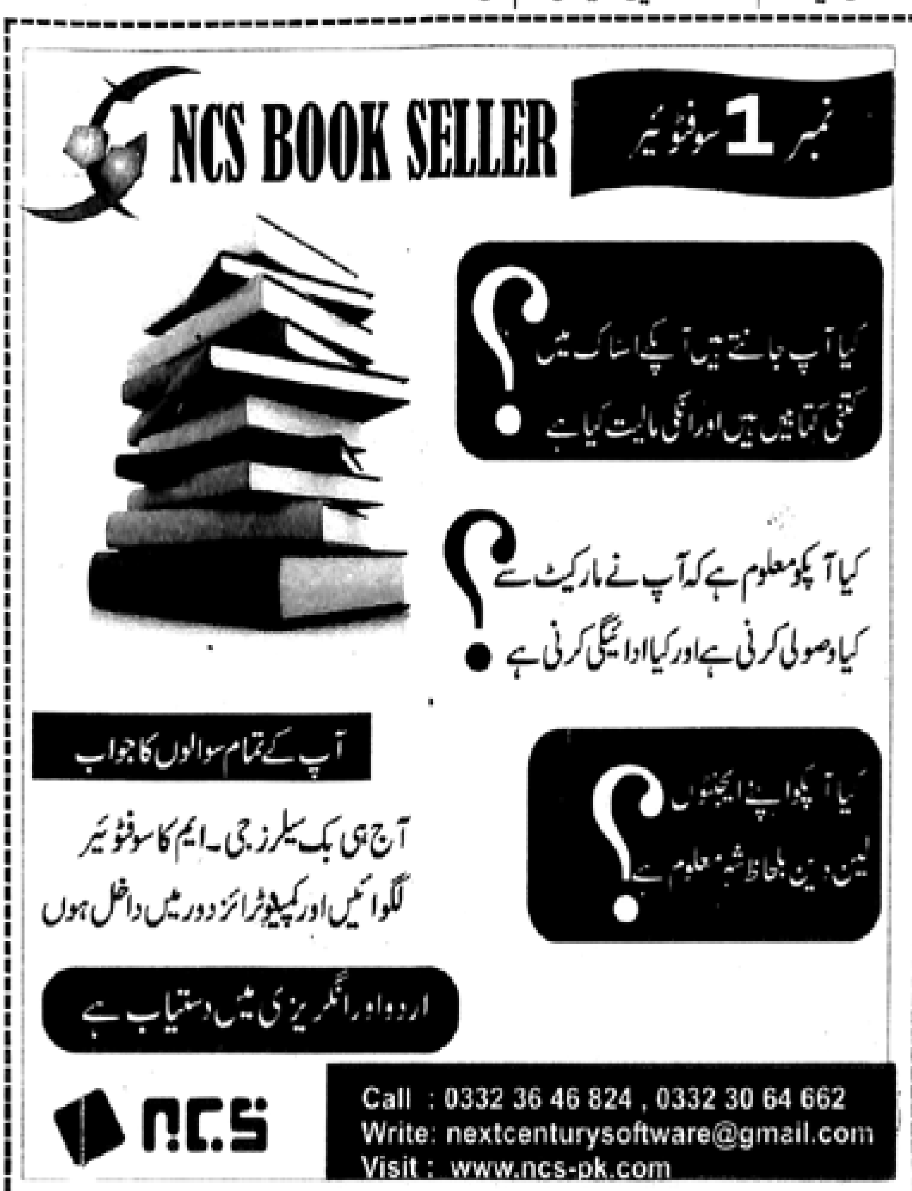

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے،عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے،اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی،جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص،صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اوران کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناپر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام ”معتمد اور غیر معتمد تفاسیر“ رکھ کراسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ”ختم نبوت“ میں شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

(۲۷)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

امین احسن اصلاحی کے ہاں اصول تفسیر

میں حیران ہوں منہج صحیح سے ہٹ کر جن نام نہاد مفسرین نے اپنی تفاسیر کے لئے جو اصول وضع کیے ہیں مجموعی اعتبار سے سب ایک دوسرے کے ہم خیال اور ہم نوالہ وہم پیالہ ہیں سرسید احمد خان حمیدالدین فراہی، علامہ عنایت اللہ مشرقی، چوہدری غلام محمد خان پرویز، عبداللہ چکڑالوی، جناب مودودی صاحب، امین احسن اصلاحی صاحب اور جاوید احمد غامدی صاحب سب یہی لکھ رہے ہیں کہ قرآن اپنے لئے آپ تفسیر ہے اس کے لئے کسی بھی خارجی تفسیر کی حاجت وضرورت نہیں ہے ان لوگوں کا اس سے صرف احادیث مقدسہ سے چھٹکارا حاصل کرنا مقصود ہے چونکہ احادیث مقدسہ قرآن عظیم کی صحیح سمت پر حق پر مبنی تفسیر کرتی ہیں اور ان اہل باطل کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ احادیث کو کنارہ کردیں اور پھر تفسیر بالرأی کرکے قرآن عظیم کی تفسیر میں من مانی شروع کردیں احادیث کی موجودگی میں وہ ایسا نہیں کرسکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے منصوبے ناکام بناتا ہے چند ایک کے سوا ان کی ساری تفاسیر فضاؤں میں اڑکر منظر عام سے غائب ہوگئیں کیونکہ ”ما كان لله يبقى وما كان لغيره يفنى.“ یعنی جو چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتی ہے وہ باقی رہتی ہے اور جو چیز غیر اللہ کے لئے ہوتی ہے وہ فانی ہوجاتی ہے جناب حمید الدین فراہی صاحب نے پورے قرآن کی تفسیر عربی میں لکھی تھی لیکن آخری چودہ سورتوں کے علاوہ پورا قلمی نسخہ ضائع ہوگیا۔ اب امین احسن اصلاحی صاحب کے وہ اصول ملاحظہ ہوں جو انہوں نے اپنی تفسیر کے لئے وضع کررکھے ہیں۔

امین احسن اصلاحی صاحب نے مبادی تدبر قرآن کے نام سے ایک کتاب الگ لکھی ہے اس میں آپ نے ایک عنوان رکھا ہے جو یہ ہے: ”تفسیر کے اصول۔“(ص:۱۸۳)

اس عنوان کے تحت اصلاحی صاحب نے چار بڑے موضوعات کو بیان کیا ہے پہلے موضوع کا عنوان ہے۔ (۱)محدثین اور اہل روایت کا طریقہ، (۲)دوسرا عنوان ہے متکلمین کا طریقہ تیسرے موضوع کا عنوان ہے، (۳)مقلدین کا طریقہ اس عنوان کا مطلب انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے فقہاء کے مقلدین مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مفسرین کی تفاسیر کی تقلید مراد ہے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر تفسیر لکھی جائے۔ چوتھے موضوع کا عنوان ہے (۴)متجددین کا طریقہ۔ اصلاحی صاحب نے اس کے بعد بڑا عنوان رکھا ہے ”مذکورہ بالا طریقوں پر تنقید۔“(ص:۱۸۷)

اس عنوان کے تحت اصلاحی نے مفسرین کی خوب خبر لی ہے میں تفصیل یہاں نہیں کرسکتا۔

امین احسن اصلاحی کے شذوذ پر تنقیدی نظر

بڑی مصیبت یہ ہے کہ کچھ ذہین قسم کے لوگ اپنے ذہن اور اپنے فہم کو عقل کل سمجھنے لگ جاتے ہیں اس کے نتیجے میں ان کا اعتماد قرآن کی تفسیر اور احادیث کے رد وقبول اور علوم الیہ وما الیہ میں انہیں چیزوں پر قائم ہوجاتا ہے جن کی طرف ان کا ذہن جاتا ہے اور جس کو ان کے فہم نے قبول کیا ہوتا ہے خواہ اس میں شاذ راستوں پر چلنا کیوں نہ پڑ رہا ہو اور خواہ ان کا ذہن وفہم ٹھوکریں کیوں نہ کھا رہا ہو، کچھ بھی ہو بس یہ حضرات اپنے تفردات پر آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں اوروں کو چھوڑیے مولانا حمیدالدین فراہی صاحب امین احسن اصلاحی صاحب اور جاوید غامدی صاحب کو لیجئے یہ حضرات اپنے تفردات کو اور دوسروں پر تنقیدات کو کس طرح حرف آخر سمجھتے ہیں چنانچہ امین احسن اصلاحی صاحب اپنی کتاب مبادی تدبر قرآن ص:۷۶، ۷۷ میں اکابر مفسرین پر تنقیدی نگاہ سے یوں تبصرہ کرتے ہیں:

”اس اصول تفسیر کی جو سب سے زیادہ جامع اور عظیم الشان کتاب تالیف ہوئی وہ علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے،اس میں وہ سب کچھ یکجا جمع ہے جو

سلف سے بطریق روایت منقول ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ ہر آیت کے تحت سلف کے تمام اقوال، بغیر کسی جرح ونقد کے، جمع کردیتے ہیں اور جو قول ان کے نزدیک ترجیح کے قابل ہوتا ہے اخیر میں اس کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔ حتی الامکان اس قول کو ترجیح دیتے ہیں جو دوسرے تمام اقوال کو اپنے اندر جمع کرلے، جابجا لغت ونحو سے بھی استدلال کرتے ہیں، لیکن نہ تو اس میں روایات کی تنقید ہے نہ قرآن پر قرآن یا تاریخ یا عقل وغیرہ کے پہلو سے کوئی بحث کی گئی ہے۔ اس سبب سے اس میں جو جواہر ریزے ہیں وہ منکر اور ضعیف روایات کے انبار میں گم ہیں اور جب تک خود قرآن یا عقل کی روشنی رہنمائی نہ کرے ان کا سراغ لگانا مشکل ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس عظیم الشان تصنیف سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی پوری تنقید کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں صرف روایات کو جمع کردینے کی خدمت انجام دی ہے، نقد ونظر کا کام اہل نظر کے لئے چھوڑ دیا ہے اگر یہ خدمت بھی وہ اپنے سر لے لیتے تو شاید روایات وآثار کا ایسا عظیم الشان ذخیرہ ہم کو ہاتھ نہ آسکتا۔ ابھی حال ہی میں ان کے حالات میں کہیں یہ پڑھ کر تعجب ہوا کہ ان کے ذخار قلم نے جو سرمایہ فراہم کردیا ہے اگر ان کی تصنیفی عمر کو سامنے رکھ کر اس کا حساب لگایا جائے تو روزانہ چالیس صفحہ کا اوسط پڑے گا۔ ایک ایسا سبک عنان قلم اگر جمع وتالیف کے ساتھ ساتھ نقد ونظر کے الجھاؤ میں بھی پھنس جاتا تو یقیناً سلف کے اقوال کے ایک بڑے حصہ سے ہم محروم ہوجاتے۔

اس کے بعد سب سے زیادہ مشہور ومقبول تفسیر علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ لیکن یہ حقیقت میں تفسیر ابن جریر کا خلاصہ ہے۔ صرف اتنی بات اس میں نئی ہے کہ محدثانہ طریق پر اس میں روایات کی تنقید کی گئی ہے۔ اس کے سوا قرآن مجید کے فہم وتدبر کے دوسرے اصولوں سے اس میں بھی کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف اس قدر تبدیلی کچھ زیادہ مفید مقصد نہیں ہے۔

تفسیر کی تیسری اہم کتاب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے۔ یہ تفسیر متکلمانہ نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے اور اس میں شبہ نہیں ہے کہ اس اعتبار سے یہ لاجواب کتاب ہے۔ لیکن یہ کلامی بحثیں اس پر اس قدر حاوی ہوگئی ہیں اور اشعریت کی حمایت کے لئے امام صاحب نے اس میں قرآن مجید کو اس بے دردی کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ فہم قرآن کے لئے یہ کتاب نہ صرف یہ کہ کچھ مفید نہیں رہ گئی ہے، بلکہ نہایت مضر بن گئی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص متکلمانہ قیل وقال اور اشعریت واعتزال کے معرکوں سے دلچسپی رکھتا ہو یا یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ متکلمین نے قرآن کو کس طرح سمجھا ہے تو اس کے لئے یہ بہترین کتاب ہے۔

تفسیر کی چوتھی اہم کتاب علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کشاف ہے، اس کا طریقہ مذکورہ کتابوں سے بالکل الگ ہے۔ علامہ زمخشری کی نظر کا محور عموماً عبارت قرآن ہوتی ہے۔ یہ پہلے لغت، اعراب اور ربط کلام سے بحث کرتے ہیں پھر احتیاط کے ساتھ روایات بھی لاتے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت نہایت قابل قدر ہے کہ وہ لغت واعراب میں عموماً صحیح مذہب اختیار کرتے ہیں۔ اس چیز میں امام رازی رحمہ اللہ بھی ان کا لوہا مانتے ہیں، یہاں تک کہ باوجود ان کے ساتھ حریفانہ کاوش کے، ان کی لغوی ونحوی تحقیقات کو امام رازی رحمہ اللہ اکثر اپنی کتاب میں بلا تکلف، بغیر کسی تغیر وتصرف کے نقل کردیتے ہیں۔ ان عبارات سے یہ کتاب قرآن مجید کے طالب علموں کے لئے مفید ہے، لیکن امام رازی رحمہ اللہ جس طرح اشعریت کے علم بردار ہیں، اسی طرح علامہ زمخشری مذہب اعتزال کے وکیل ہیں۔ اور کتاب الٰہی کے ساتھ سب سے بڑی ناانصافی یہی ہے کہ اس کے پیچھے چلنے کے بجائے آدمی اس بات کی کوشش کرے کہ اس کو خود اپنے کسی فکر وخیال کے پیچھے چلائے۔ (مقدمہ تدبر قرآن ص:۷۸) (جاری ہے)

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کی آزاد کشمیر اسمبلی کے ارکان کو مبارکباد

لاہور (نیوز رپورٹر) جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کی عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بل کے پاس کرنے پر آزاد کشمیر اسمبلی کے ارکان کو مبارکباد۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر اسمبلی میں تحفظ ختم نبوت پر قانون سازی کی قرارداد بڑا اقدام ہے، انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مسلمان متحد اور متفق ہیں، دوریں اثنا جے یو آئی کے راہنماؤں نے عقیدۂ ختم نبوت کا بل پاس کرنے پر آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی اور حکومت آزاد کشمیر کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے ۱۹۷۴ء کی پاکستان کی قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلے کو دہرایا ہے یہ باتیں جے یو آئی کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل مولانا محمد امجد خان اور سیکریٹری اطلاعات مولانا حافظ حسین احمد اور دیگر راہنماؤں مولانا سائیں عبدالقیوم ہالیجوی، مولانا فضل علی حقانی، محمد اسلم غوری، محمد فضل آغا، حاجی شمس الرحمٰن شمسی، عبدالرزاق عابد لاکھو نے اپنے مشترکہ بیان میں کہیں۔ جے یو آئی کے راہنماؤں نے کہا کہ پاکستان میں حلف نامہ کو اقرار نامہ میں تبدیل کرنے کی سازش کرنے والوں کو اب دیکھ لینا چاہئے کہ پرچم ختم نبوت ہمیشہ لہراتا رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے، اس کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں.....

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۸؍فروری ۲۰۱۸ء)

آزاد کشمیر میں ختم نبوت قانون کے تحت قادیانی غیر مسلم

۱۲ ویں آئینی ترمیم کے ذریعے مشترکہ اجلاس میں متفقہ طور پر بل کی منظوری

فاروق حیدر کی تمام اراکین کو مبارکباد، آئین میں ختم نبوت کے حوالے سے ابہام ختم، بل ہماری بخشش کا ذریعہ بنے گا: ارکان

اسلام آباد (خصوصی خبرنگار،خبرایجنسیاں) ۱۲ ویں آئینی ترمیم کے ذریعے آزاد کشمیر میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ منگل کے روز قانون ساز اسمبلی کو کونسل کے مشترکہ خصوصی اجلاس کے دوسرے روز ختم نبوت وتحفظ ناموس رسالت ایکٹ ۲۰۱۸ء متفقہ طور پر منظور لیا گیا۔ قادیانی کو خود مسلمان ظاہر نہیں کرسکتے۔ مسجد تعمیر کرنے اذان دینے اور تبلیغ کرنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی، جبکہ عیسائی، ہندو، سکھ بادھ مت، پارسی، احمدی، لاہوری، مرزائی، بھائی بھی قانون سازی میں غیر مسلم کی تعریف میں آگئے۔ وزیر اعظم راجہ فاروق حیدر نے کہا ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ختم نبوت کو آزاد کشمیر کے آئین کا حصہ بنایا۔ اجلاس کی صدارت اسپیکر قانون ساز اسمبلی شاہ غلام قادر نے کی جبکہ اس اہم اجلاس میں وزیر اعظم آزاد کشمیر جملہ اراکین کابینہ حکومتی ممبران اسمبلی اور اپوزیشن کی تمام جماعتوں کے پارلیمانی قائدین واراکین نے شرکت کی۔ اجلاس میں عبوری آئین ۱۹۷۴ء میں ۱۲ ویں ترمیمی ایکٹ کا مسودہ پیش کیا گیا جس کے تحت قادیانی غیر مسلم اقلیت شمار ہوں گے کو ایوان نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ وزیر قانون راجہ نثار احمد نے آزاد جموں وکشمیر عبوری آئین (۱۲ ویں ترمیم) ایکٹ ۲۰۱۸ء پر کمیٹی آن بلز کی رپورٹ ایوان میں پیش کی جو پیر کے روز وزیر اعظم پاکستان کی موجودگی میں ایوان میں پیش کیا گیا تھا اور خصوصی اجلاس منگل تک جاری رکھنے کا اسپیکر نے اعلان کیا تھا۔ وزیر قانون نے ایوان میں ترمیم کا مسودہ پڑھ کر سنایا جس کے بعد ایوان میں نئے بل پر عام بحث کا آغاز ہوا۔ نئے بل پر سب سے پہلے ممبر اسمبلی پیر سید علی رضا بخاری نے بحث کا آغاز کیا اور ایوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج ایک ایسا مبارک دن ہے کہ ایوان میں تاریخی بل منظوری کے لئے پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ بل پیش کرنے میں تعاون کرنے پر وزیر اعظم راجہ محمد فاروق حیدر خان، ارکان کابینہ ممبران اسمبلی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے علماء ومشائخ وریاست بھر کے عاشقان رسول کو مبارکباد دیتا ہوں۔ پیر سید علی رضا بخاری نے کہا کہ امتناع قادیانیت کے قوانین کی منظوری سے معاشرے سے بہت بڑی برائی کے خاتمے کا موقع پیدا ہوگا اور مسلمانوں کے عقائد کو بھی تحفظ حاصل ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے مقدر میں لکھ چکا تھا کہ تحفظ ختم نبوت کے بل کی موجودہ ایوان سے منظوری ہو اور یہ ایوان گنبد خضریٰ کے مکین سے مکمل وفاداری کا ثبوت فراہم کرے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے وزیر تعلیم بیرسٹر افتخار گیلانی نے کہا کہ اگرچہ ہمارے آئین میں پہلے بھی ختم نبوت کے حوالے سے شقیں موجود ہیں مگر موجودہ بل کی منظوری کے بعد رہی سہی ابہام کی صورتحال بھی ختم ہوجائے گی۔ ممبر اسمبلی سحرش قمر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب سے آئین پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا وہ اس وقت سے اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح ان قوانین کو ختم کردیا جائے اور موجودہ اسمبلی نے یہ بل لاکر عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ پیپلز پارٹی کی ممبر اسمبلی شازیہ اکبر نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لائے بغیر کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ آپ ہی اس کائنات کی وجہ تخلیق ہیں ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اعزاز کی کیا بات ہوسکتی ہے کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔ وزیر خوراک سید شوکت شاہ اور عبدالماجد خان نے ایوان میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ پیر سید علی رضا بخاری اور راجہ محمد صدیق کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس بل کو ایوان میں لانے کے لئے محنت کی۔ انہوں نے کہا کہ یہی بل ہماری بخشش کا سبب بنے گا۔ مفصل بحث کے بعد متفقہ طور پر ایوان نے منظوری دے دی۔ وزیر اعظم آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر راجہ محمد فاروق حیدر خان نے کہا کہ آج کا دن آزاد کشمیر کی تاریخ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے ختم نبوت کو آزاد کشمیر کے آئین کا حصہ بنایا۔ میری اللہ رب العزت سے دعا اور مجھے امید ہے کہ اس قرارداد کے حق میں ووٹ دینے والوں کو اس کے صلے میں نبی کریم کی شفاعت نصیب ہوگی، ان لوگوں کا شمار آزاد کشمیر کی پارلیمانی تاریخ کے خوش قسمت ترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ بل کی منظوری کے بعد خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ یہ خوش نصیبی کی بات ہوتی ہے جو کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سعادت بھی بخشی کہ شریعت کورٹ کے قیام کے حوالے سے بھی ہم نے متفقہ فیصلہ کیا۔ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے اور بھی جو کرسکے کریں گے، امید ہے کہ حزب اختلاف کے اراکین اسی طرح تعاون جاری رکھیں گے۔ اللہ رب العزت کی ذات کا شکر گزار ہوں جس نے ہم سے یہ کام لیا۔ بل کی منظوری پر اسپیکر پیر علی رضا بخاری، راجہ محمد صدیق، راجہ نثار احمد خان سمیت کمیٹی کے تمام اراکین بھی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اسپیکر اسمبلی شاہ غلام قادر نے اجلاس کے اختتام پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ حاضری قبول فرمائے اور اس کے صلے میں دنیا وآخرت میں سرخروئی عطا فرمائے، میں اسی کے ساتھ تمام معزز ایوان کو بل متفقہ پاس کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اسی کے ساتھ اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہوگیا۔ (روزنامہ اساس کراچی ۸ فروری ۲۰۱۸ء)

عظیم الشان

بسلسلہ ختمِ نبوۃ کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور

بروز ہفتہ بعد نمازِ عصر

10 مارچ 2018

عظیم الشان ختمِ نبوۃ کانفرنس

بتاریخ 4 مارچ 2018

بروز اتوار بعد نمازِ مغرب

تمام اہلِ اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

زیرِ صدارت

عزت مآب سید پیر شبیر احمد گیلانی صاحب

بمقام جامع مسجد یوسف بنوری الہادی ٹاؤن ڈیفنس روڈ سیالکوٹ

حضرت مولانا احمد مصدق قاسمی صاحب

حضرت مولانا محبوب الٰہی صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد داؤد نفیسی صاحب

جناب سید محبوب احمد گیلانی صاحب

حضرت مولانا فقیر اللہ اختر صاحب

شاہینِ ختمِ نبوت عالم باعمل

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ العالی

مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ

عظیم روحانی شخصیت مخدوم العلماء

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ

امیر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ لاہور

مجاہد اسلام جناب رانا محمد شفیق خاں پسروری صاحب

خطیب بیان حضرت مولانا محمد رضا المصطفیٰ نقشبندی صاحب

محترم جناب امتیاز احمد بریار صاحب

جماعت اسلامی

المعلن مولانا حماد اللہ ندر قاسمی جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ سیالکوٹ

0300-6411526
0321-6419620